

مَسَلِكُ السَّادَاتِ فِي الدُّعَاءِ بَعْدَ الْهَكْتُوبَاتِ

يعنى

فرض نمازوں کے احتمالی دعائے

PDFBOOKSFREE.PK

مؤلفہ مولانا محمد عبد المعبود

کتب رحمانہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئین کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان

ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

مَسَلِكُ السَّادَاتِ فِي الدُّعَاءِ بَعْدَ الْمَكْتُوباتِ

یعنی

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعاء

فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعاء
احادیث، آثار صحابہ، فقہ اسلامی اور سلف صالحین
کے اقوال کی روشنی میں!

مؤلفہ: مولانا محمد عبدالمعبود

مکتبہ رحمانیہ
اٹریسنٹر لاہور
غزنی سٹریٹ - اردو بازار

شرف انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر سی خدمت کو نابغہ روزگار علماء دیوبند کے نام منسوب کرتا ہے۔ جنہوں نے برصغیر کے ظلمت کدہ میں علوم نبوت کی شمع فروزاں کی۔ اور کفر و الحاد کے ہلاکت خیز طوفانوں اور تند و تیز باد مخالف کے تھپیڑوں میں بھی اپنے خونِ جگر دے کر اس کا تحفظ کیا۔

اس قدسی صفات جماعت نے سنتِ نبویؐ کی ضیا گستری سے امت مسلمہ کے عقائد و اعمال۔ اخلاق و اطوار اور عبادات میں کیف و سرور پیدا کیا اور انسانیت کے گم کردہ راہ قافلہ کو پھر سے جادہ حق پر گامزن کر دیا۔ احقر اس انتساب کو اپنے لئے ذریعہ نجات اور ان کے طوقِ غلامی کو موجب کامرانی سمجھتا ہے۔

بندہ بے نوا

محمد عبدالمعجود عفا اللہ عنہ

یکم جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ

۲ ستمبر ۲۰۰۰ھ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب مسلک السادات فی الدعاء بعد المکتوبات
تالیف محمد عبدالمعجود
ناشر: مکتبہ رحمانیہ، اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
تعداد ۱۱۰۰
تاریخ اشاعت اول: جون ۲۰۰۱ء
مطبع لعل شارپرنٹرز

ملنے کے پتے

- ☆ مکتبہ العلم 18 اردو بازار لاہور
- ☆ اسلامی کتب خانہ فضل الہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور
- ☆ خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راولپنڈی

۱۳۵	نوافل کے بعد اجتماعی دعا بدعت ہے	۱۰۹	صحابہ کی اجتماعی دعا کا کرشمہ
۱۳۸	مفتی اعظم ہند کا فتویٰ	۱۱۰	لمحہ فکریہ
۱۳۹	مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ	۱۱۱	امیر المؤمنین عمر فاروق کا حکم
۱۵۰	مفتی عبدالرحیم کا محاکمہ	۱۱۲	اسوۃ مرتضویٰ
۱۵۳	زعماء امت کی اراء	۱۱۳	سیدنا جعفر کا ارشاد گرامی
۱۵۳	امام نووی کا قول فیصل	۱۱۶	نوافل کے بعد دعا
۱۵۵	امام الہند شاہ ولی اللہ کی تحقیق و تطبیق	۱۱۷	نماز عیدین میں اجتماعی دعا
۱۵۸	فقہاء کرام کی تصریحات	۱۱۸	علماء و مشائخ دیوبند کا طرز عمل
۱۵۸	امام سرحسی کا ارشاد	۱۱۹	حکیم الامت فرماتے ہیں
۱۵۸	علامہ ابن العلاء کا فرمان	۱۲۰	مفتی کفایت اللہ دہلوی کا فتویٰ
۱۵۹	امام شرنبلالی کا فرمان	۱۲۱	مفتی ظفر احمد عثمانی کا فتویٰ
۱۶۰	ابن علی زادہ کا ارشاد	۱۲۳	علامہ ابن قیم کا موقف
۱۶۱	علامہ لکھنوی کا ارشاد گرامی	۱۲۷	امام رخ پھیر لے
	علماء دیوبند کا تعامل	۱۲۹	مشائخ دیوبند کی رائے گرامی
۱۶۳	مشائخ و استاذہ کا معمول	۱۳۰	امام کاسانی کی رائے گرامی
۱۶۳	محدث گنگوہی کی رائے گرامی	۱۳۰	سنتوں کے لئے جگہ بدلنے کی حکمت
۱۶۳	مفتی اعظم دیوبند کے فتاویٰ کا خلاصہ	۱۳۳	دعاء استسقاء میں ہاتھ اٹھانے کی کیفیت
۱۶۶	بحر العلوم لکھنوی کی رائے گرامی		نماز کے بعد ذکر جہر کی ممانعت
۱۶۷	انوری توضیحات	۱۳۹	علامہ صفدر کی تحقیق انیق
۱۶۹	علامہ بجنوری کی صراحت	۱۴۲	نماز کے بعد مصافحہ بدعت ہے
۱۶۹	افادۃ انور		
۱۷۱	حضرت شاہ صاحب کی تحقیق مزید		
۱۷۳	مفتی ہند کی تحقیق		

۸۶	ابراہیم علیہ السلام کی دعا	۵۵	آپ ہمیشہ فرائض کے بعد دعا کرتے تھے
۸۶	موسیٰ علیہ السلام کی دعا	۵۷	طویل دعا و ذکر
۸۷	علامہ ابن حجر کی تصریحات	۵۹	قبلہ رخ بیٹھ کر دعا
	فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا	۶۰	نماز فجر، عصر کے بعد خاص دعا
۹۲	علامہ ابن کثیر کی تشریح	۶۲	فرائض کے بعد دعا کی فضیلت
۹۲	امام ابن جریر کی رائے گرامی	۶۳	فرائض کے بعد دعا کا حکم نبوی
۹۳	علامہ عثمانی کی توثیق	۶۵	دبر الصلوٰۃ کا مصداق
۹۳	علامہ بنوری کی تخریج		توقف کی مقدار
۹۵	نماز کے بعد دعا نہ کرنے پر وعید	۶۷	امیر المؤمنین کی روایت
۹۶	ترک دعا قابل تعزیر جرم ہے	۶۷	ابن حجر کی حکیمانہ توجیہ
۹۹	بحر العلوم کا فتویٰ	۶۸	امام الہند کی توجیہ
۹۹	خلاصہ کلام	۶۹	علامہ ابن قیم کی تائید
۹۹	ضعیف حدیث قابل حجت ہے	۷۰	علامہ حلبی کی توضیح
۱۰۲	تعالل کی سحر انگیزی	۷۱	امام ابن ہمام کی رائے گرامی
۱۰۳	پہلی دلیل	۷۲	علامہ طحاوی کی تشریح
۱۰۳	دوسری دلیل	۷۳	محدث دہلوی کی تصویب
۱۰۴	تیسری دلیل	۷۳	فصل دو رکعت کے برابر جائز ہے
۱۰۴	چوتھی دلیل	۷۵	فرض نماز کے بعد استغفار
۱۰۵	پانچویں دلیل	۷۷	دعاء ماثورہ میں اضافہ
	مفتی رشید احمد بھی تعالل کو حجت تسلیم کرتے ہیں	۷۹	فرائض کے بعد آیۃ الکرسی
۱۰۵	لمحہ فکریہ	۸۰	معوذات کا ورد
۱۰۶		۸۱	عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا

عرض ناشر

دعا کے بارے میں رسول رحمت اشرف الانبیاء سید المرسل خاتم المعصومین ﷺ کا فرمان ہے کہ

”دعا عبادت کا مغز ہے“

اور اسی دعا کے بارے میں کسی بندہ کامل کا قول ہے کہ

”دعا بندے اور خالق کے درمیان بالمشافہ گفتگو ہے۔“

اس لیے نیک عمل کی تکمیل کے بعد اس عمل کی قبولیت اور اپنی حاجات و ضروریات کے لیے اللہ کے حضور التجا انبیاء و رسول علیہم السلام کا محبوب عمل رہا۔ کیونکہ جب بندہ نیکی کا عمل کرتا ہے تو رحمت الہی اس بندے پر سایہ فگن ہو جاتی ہے۔ فرشتے اس کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر کوئی شخص اللہ سے نہ مانگے تو محرومی کے علاوہ اس کو کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

دعا کے بارے میں بھی ماضی قریب میں ایک اسی قسم کی بحث شروع کی گئی کہ کیا فرض نمازوں کے بعد دعا کا کوئی ثبوت سنت مبارکہ میں ہے؟ ایسی بحثوں سے عوام میں ذہنی انتشار خصوصاً اسلامی تعلیمات کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہونا ایک بدیہی امر ہے۔

زیر نظر کتاب عوام کے اسی ذہنی انتشار اور خلجان کو دور کرنے کی ایک کوشش ہے اس کتاب کو علماء حقہ کے خوشہ چین حضرت مولانا محمد عبدالمعبود دامت برکاتہم نے نہایت عرق ریزی سے مرتب کیا ہے اور اس کا مواد سنت مبارکہ اور سنت کے شارحین و عالمین حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مسلسل عمل ہے۔ اس کے بعد ہر دور کے ائمہ

۱۸۸	مولانا نور محمد تونسلی کی رائے گرامی	۱۷۳	مولانا خیر محمد جالندھری کی رائے
۱۹۰	غیر مقلد علماء کا اعتراف حقیقت	۱۷۳	مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ
۱۹۰	علامہ مبارک پوری کی تائید	۱۷۴	علامہ محمد یوسف لدھیانوی کی رائے
۱۹۳	نواب صدیق حسن کا قول فیصل	۱۷۶	جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی کا فتویٰ
۱۹۴	سید نذیر حسین کا فتویٰ	۱۸۵	مفتی عاشق الہی مدنی کا فتویٰ
۱۹۶	ابوالحسنات سعیدی کا فتویٰ	۱۸۵	مفتی زرولی خان کا فتویٰ



پیش گفتار

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده. اما بعد
اسوۂ نبوی کی تابانی اور صوفشانی سے اسلامی افعال و اعمال اور طور و اطوار کو
فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اور ان میں فرحت انگیز نکھار پیدا ہوتا ہے۔ اعمال کی زیبائی
ورعنائی اور قبولیت بھی سبتِ مصطفویٰ ہی کی رہنِ احسان ہے۔
اسلامی اداؤں اور آرزوؤں کا حسین و جمیل انداز ”دعا“ کا ہے۔ دعا خواہ
اخروی سرفرازی و کامرانی کے لئے ہو یا دنیوی اغراض و مقاصد کی حامل۔ دعا خواہ
شاہ و گدا کی صدا ہو یا انبیاء و مرسلین کی سوز و گداز سے معمور التجاء۔ سب ہی کا لجاؤ
ماویٰ ایک ہی ہے۔ سب کا ”داتا“ ایک ہی ہے۔ سب نے مانگنا ایک اللہ ہی سے
ہے۔

رحمتِ کائنات ﷺ نے مانگنے کا انداز ڈھب اور ادا نہایت عمدگی سے
سکھائی۔ مانگنے کا طریقہ اور الفاظ تک سے روشناس کیا۔ قبولیت کے اوقات اور
مقامات کی نشاندہی فرمائی اور حد یہ کہ شہنشاہ کونین ﷺ نے بنفس نفیس ”سوالی“ بن
کر مانگ کر دکھایا۔ اور فرمانِ ذیشان ہے۔ ”الدعاء مخ العبادۃ“ مانگنا عبادت
خداوندی کا جوہر اور گوہر ہے۔

کیوں نہ ہو مانگنے میں جس عاجزی، انکساری اور فروتنی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔
کسی اور عبادت میں یہ کیفیت ناپید ہے۔

و مجتہدین، محدثین و مفسرین اور علماء حق کے اقوال و ضاحت و تشریح کے طور پر ذکر کئے
گئے ہیں۔

کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک بے مثل کوشش ہے۔ جس کا مقصد
مسلمانوں میں کتاب و سنت اور آثار صحابہؓ پر عمل کا جذبہ بیدار کرنا ہے۔ ایک ملاقات
کے دوران حضرت مؤلف نے اس کتاب کا ذکر کیا تو بندہ نے اس کو دینی خدمت و
سعادت خیال کرتے ہوئے حضرت مؤلف سے درخواست کی کہ اس کی اشاعت کا
اعزاز ”مکتبہ رحمانیہ لاہور“ حاصل کرنا چاہتا ہے تو موصوف نے کمال وسعت اور عالی
ظرفی کے ساتھ ادارہ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ اس کتاب کی کمپوزنگ، پروف
ریڈنگ، تزئین کے لیے خصوصی کوشش کی گئی تاکہ یہ کتاب شایان شان انداز سے
قارئین کو ذوق مطالعہ کا سامان مہیا کرے۔ بایں ہمہ اس بات کا امکان ہے کہ کوئی
غلطی رہ گئی ہو اس لیے اراکین ادارہ آپ سے عرض گزار ہیں کہ اگر کسی بھی قسم کی فنی یا
طباعتی غلطی محسوس کریں تو ادارہ کو ضرور مطلع کریں تاکہ ان اغلاط کا ازالہ کیا جاسکے۔

ادارہ اس سلسلہ میں معاونت کرنے والے تمام معاونین اور مؤلف کتاب
حضرت مولانا محمد عبدالمجید دامت برکاتہم کا تہہ دل سے شکر گزار ہے اور اراکین ادارہ
آپ سے امید کرتے ہیں کہ اپنی دعاؤں میں ادارہ کے اراکین و معاونین اور اس
نیک کام کی تحریک کرنے والوں کو بھی شامل کر لیا کریں گے۔

والسلام
مقبول الرحمن عفی عنہ

قبولیت دعا کے اوقات میں سے فرض نماز کے بعد کا وقت بھی ہے اور اسے یہ اعزاز لسانِ نبوت سے مرحمت ہوا اور آپ نے اپنے مقدس و مبارک عمل سے اس کی رفعت و عظمت کو ہم دوشِ عرش بریں کر دیا۔

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی و انفرادی دعا کا پاکیزہ عمل عہد صحابہ سے تا ہنوز تواتر کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ ائمہ، محدثین، مفسرین، فقہاء، علماء و مشائخ اور مفتیانِ امت سب ہی اس کے مسنون و مستحب اور محبوب و مرغوب عمل ہونے کے قائل اور فاعل تھے اور ہیں۔ کسی دور میں بھی حاملینِ علوم نبوت علماء و مشائخ نے نہ تو اس کے استحباب کا انکار کیا اور نہ ہی عملاً اس سے اعراض و اجتناب کیا بلکہ اپنے افعال و اقوال سے ہمیشہ اس کی پذیرائی اور سرپرستی فرمائی۔

اس مسنون و مستحب، مرغوب و محبوب، متواتر اور متواتر عمل کو بدعتِ قبیحہ شیعہ اور حرام قرار دینا ناپاک جسارت ہی نہیں، بلکہ بشمول صحابہ کرام، ائمہ اسلام، علماء کرام، مشائخ عظام اور صلحاء امت پر مبتدع ہونے کا سنگین الزام بھی ہے۔ جو ایک ناقابلِ تلافی و معافی جرمِ عظیم ہے۔

البتہ اس پر مواظبت، مداومت اور استمرار محل نظر ضرور ہے۔ یا جو خلاف سنت امور اس میں شامل کر لئے گئے ہیں، وہ یقیناً قابلِ صد نفرین اور واجب التکرہ ہیں۔ لیکن نفس دعا ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر بالیقین مسنون و مرغوب عمل ہے۔

اس موضوع کی اہمیت و افادیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کتنے ہی نامی گرامی عمائدین امت نے عربی اور اردو زبان میں متعدد چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو واقع علمی دستاویزات اور گراں قدر تحقیقی سرمایہ ہیں۔

حتیٰ کہ غیر مقلد علماء کی کتابوں میں بھی اس حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مسنون اور مستحب ہے اور مولانا علی محمد سلفی نے اس موضوع پر مستقل کتاب ”اجتماعی دعا بعد نماز“ تصنیف فرمائی۔ جس میں متعدد وغالی غیر مقلدین کی سخت سرزنش بھی کی ہے۔

لیکن صد ہا افسوس ہمیں ان ہم مشرب و ہم مسلک علماء پر ہے۔ جو جادہ حق سے بہک گئے ہیں، اور سلف صالحین کے تعامل اور تحقیق سے روگردانی کر کے اس مسنون، متواتر اور متواتر عمل کو بدعت قرار دے کر اسے ترک کر دیا ہے اور اس کے خلاف تحریری و زبانی محاذ آرائی پر کمر بستہ ہیں۔ حالانکہ ہم سب کے مقتداء، اساتذہ اور مشائخ سب ہی اس کی سلیت و استحباب کے قائل اور فاعل ہیں۔

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے نگاہ یار سلامت ہزار میخانے ان حالات و واقعات کے پیش نظر یہ مناسب اور ضروری سمجھا کہ احادیث و آثارِ محدثین و مفسرین کے اقوال، فقہاء اور مفتیان دین کی آراء اور بالخصوص عمائدین و اکابرین دیوبند، جن کا علم و عمل زہد و تقویٰ اور فہم و فراست مینارہ نور اور سنت نبوی کا عکس جمیل گردانا جاتا ہے، کے ارشادات، تعامل، فتاویٰ اور مباحث پر مبنی علمی و تحقیقی دستاویز تیار کی جائے تاکہ

لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ --- کا مصداق پورا ہو جائے

اس سلسلہ میں راقم اٹم کی نہ تو کوئی ذاتی تحقیق ہے اور نہ ہی کوئی علمی کمال۔ بلکہ صرف ناقل کی حیثیت سے مبسوط کتابوں کے منتشر اوراق سے گلہائے رنگارنگ ایک گلدان میں سجادے ہیں۔ جن کی روح پرور اور ایمان افروز مہک انشاء اللہ تعالیٰ دل و دماغ کو معطر کئے بغیر نہ رہے گی۔ اس سلسلہ میں فضیلۃ الشیخ مفتی محمد اقبال مدنی فہم مسجد کبریا، مدینۃ الحجاج اسلام آباد اور مخدومی و سیدی مولانا حمید الرحمن دامت برکاتہم خطیب منکرال ناؤن راو پنڈی کی معاونت کا بے حد سپاس گزار ہوں، جنہوں نے کتابوں کی فراہمی کے ساتھ پر خلوص دعاؤں سے نوازا۔

حوالہ جات کے نقل و اخذ میں پوری احتیاط کی گئی ہے، تاہم سہو و لغزش انسان کے خمیر میں شامل ہے۔ اس لئے اہل علم حضرات سے مودبانہ التماس ہے کہ غلطیوں اور خامیوں سے مر بیانہ و ناصحانہ انداز میں نشاندہی فرمائیں۔ تاکہ ان کی اصلاح کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ اس محنت و کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے مسلمانوں کی راہنمائی کا موجب بنائے۔ اور ہر خاص و عام کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

إِعْمَلْ بِعِلْمِي وَلَا تَنْظُرْ إِلَيَّ عَمَلِي
يَنْفَعَكَ قَوْلِي وَلَا يَضُرُّكَ تَقْصِيرِي

بندے بے نوا

محمد عبدالمعبود عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الاول ۱۳۲۱ھ یکم ستمبر ۲۰۰۰ء

دعا کے آداب

ہر ایک چیز کے آداب ہوتے ہیں اور آداب ہی کی رعایت سے اس چیز کی عظمت اور اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ دعا کے بھی آداب پائے جاتے ہیں جن کی تعلیم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دی ہے

حدیث: - حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دعا کرتے ہوئے دیکھا کہ جو دعائیں یوں کہہ رہا تھا۔

يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

آپ نے ارشاد فرمایا تو نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر لی ہے اب تو دعا مانگ تیری دعا ضرور قبول ہوگی۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۲)

حدیث: - رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے نماز میں دعا کی جس میں نہ اللہ کی حمد بیان کی نہ نبی پر درود بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی نے دعا میں جلد بازی کی پھر آپ نے اس کو بلایا اور اس سے یا اس کی موجودگی میں دوسرے آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو دعا کرنے سے پہلے اسے چاہیے کہ اللہ کی حمد و ثناء کرے پھر اس کے رسول پر درود بھیجے اس کے بعد جو چاہے اللہ سے مانگے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۸۶، مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۸)

درود شریف کی برکات:-

حدیث:- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

ان الدعاء موقوف بين السماء والارض لا يصعد
بے شک دعا آسمان و زمین کے درمیان
موقوف و معلق رہتی ہے اس کا کچھ حصہ

منها شیء حتی تصلی علی
نیکی۔ (ترمذی، ابواب الصلوة
الوتر ج ۱ ص ۱۱۵)
بھی اوپر نہیں جاتا (بارگاہ خداوندی
میں قبول نہیں ہوتا) یہاں تک کہ تو نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود نہ بھیجے۔

حدیث :- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ
حضور نبی پاک ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں میں نے نماز
ادا کی۔ نماز کے بعد دعا میں میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائیاں کی پھر رسول اللہ ﷺ
کی ذات کے لئے درود پڑھا پھر میں نے اپنی ذات سے دعا شروع کی۔
اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سل تعطہ سل تعطہ۔ مانگ تو دیا جائے گا مانگ تو دیا جائے
(مشکوٰۃ ص ۹۳)۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدعاء بین الصلوات علی
لا یرد۔ دو درودوں کے درمیان مانگی جانے
والی دعا کبھی مسترد نہیں ہوتی۔

علامہ علی بن سلطان القاری اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

شیخ ابو سلیمان درانی نے فرمایا۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو دعا کی ابتدا
حضور اقدس ﷺ کی ذات پاک کے لئے درود شریف سے کرو۔ پھر جو چاہو دعا
مانگو۔ پھر دعا کا اختتام بھی رسول اکرم ﷺ کی ذات والاصفات کے لئے درود
شریف پر ہی ہو۔

پھر اللہ جل شانہ اپنے لطف و کرم سے دونوں درود شریف تو قبول فرمائیں
گے اور اس کے بے انتہاء کرم اور احسان سے بعید ہے کہ درمیان کی دعا قبول نہ
فرمائیں (یعنی ضرور قبول ہوگی)۔ (شرح شفا ج ۲ ص ۱۱۴)

حدیث :- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو دعا اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول کرے

گا اور عطا فرمائے گا اور جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا
جس کا دل دعا کے وقت اللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو۔

(متدرک حاکم ج ۱ ص ۴۹۳)

حدیث :- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس
کے بندے اس سے دعا کریں اور مانگیں اور فرمایا (اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید رکھتے
ہوئے) اس بات کا انتظار کرنا کہ وہ مصیبت اور پریشانی کو اپنے لطف و کرم سے دور
فرمادے گا۔ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ (متدرک حاکم ج ۱ ص ۴۹۳)

آداب دعا حدیث کے تناظر میں

امام جزری نے مختلف احادیث سے آداب دعا کو بڑے سلیقہ سے اپنی کتاب ”حِصْنُ حَصِیْن“ کی زینت بنایا ہے۔

(۱) با وضو ہونا (۲) پہلے اللہ کی حمد و ثناء کرنا اور اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات کاملہ کا واسطہ دینا (۳) پھر درود شریف پڑھنا (۴) قبلہ رخ ہونا (۵) خلوص دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور یہ یقین رکھنا کہ صرف اللہ جل شانہ ہی دعا قبول کر سکتا ہے (۶) پاک و صاف ہونا (۷) با وضو ہونا (۸) کوئی نیک عمل دعا سے پہلے کرنا یا دو چار رکعت نماز پڑھ کر دعا کرنا (۹) دعا کے لئے دوزانو ہو کر بیٹھنا (۱۰) دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہوں (۱۱) خشوع و خضوع کے ساتھ با ادب ہو کر دعا کرنا (پورے جسم سے ادب ظاہر ہو اور آواز میں پستی ہونا) (۱۲) دعا کرتے وقت عاجزی اور تذلل ظاہر کرنا (۱۳) دعا کرتے وقت حال اور قال سے (یعنی جسم اور جان سے اور زبان سے) مسکینی ظاہر کرنا (۱۴) آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا (۱۵) شاعرانہ تک بندی سے اور گانے کی طرز سے بچنا (۱۶) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام و صالحین کرام کے وسیلہ سے دعا کرنا (۱۷) گناہوں کا اقرار کرنا (۱۸) خوب رغبت امید اور مضبوطی کے ساتھ جم کر اس یقین کے ساتھ دعا کرنا کہ ضرور قبول ہوگی (۱۹) دل حاضر کر کے دل کی گہرائی سے دعا کرنا (۲۰) کسی چیز کا بار بار سوال کرنا جو کم از کم تین بار ہو (۲۱) خوب الحاج کے ساتھ دعا کرے یعنی لپچا کر اصرار کے ساتھ اللہ سے مانگے (۲۲) کسی امر محال کی دعا نہ کرے (۲۳) جب کسی کے لئے دعا کرے تو پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر دوسرے کے لئے (۲۴) ایسی دعا کو اختیار کرے جس کے الفاظ کم ہوں، لیکن الفاظ کا معنوی

عموم زیادہ ہو یعنی ایک دو لفظ میں چند الفاظ میں دنیا و آخرت کی بہت سی حاجتوں کا سوال ہو جائے (۲۵) قرآن و حدیث میں جو دعائیں آئی ہیں ان کے ذریعہ دعائیں کرے ان کے الفاظ جامع بھی ہیں اور مبارک بھی (۲۶) اپنی ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرے اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ سے مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کے لئے بھی اللہ سے سوال کرے (۲۷) امام ہو تو صرف اپنے ہی لئے دعا نہ کرے بلکہ مقتدیوں کو بھی دعا میں شریک کرے (واحد کے لفظ کے بجائے جمع کے الفاظ سے دعا کرے) (۲۸) دعا کے ختم سے پہلے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے (۲۹) اور رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجے (۳۰) اور ختم پر آمین کہے (۳۱) اور بالکل آخر میں منہ پر ہاتھ پھیر لے۔

ان آداب کی جس قدر ہو سکے رعایت کرے یوں اللہ کی بڑی شان ہے وہ بغیر رعایت آداب کے بھی قبول فرما سکتا ہے۔

”آمین“ ضامن قبولیت :-

حدیث :- زہیر نمیری سے روایت ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلے ہمارا گزر اللہ کے ایک بندے پر ہوا جو بڑے الحاج سے اللہ کے حضور دعا مانگ رہا تھا رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر اس کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کا مانگنا، گڑ گڑانا سننے لگے پھر آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ اگر اس نے دعا کا خاتمہ صحیح کیا اور مہر ٹھیک لگائی تو جو اس نے مانگا ہے اس کا اس نے فیصلہ کروالیا۔

ہم میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضور صحیح خاتمہ کا اور مہر ٹھیک لگانے کا طریقہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا، آخر میں آمین کہہ کر دعا ختم کرے (تو اگر اس نے ایسا کیا تو پس اللہ سے طے کرالیا)۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۴ باب التامین و راء الامام)

دعا کی فضیلت :-

حدیث :- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الدعاء هو العبادة دعا مانگنا یعنی عبادت کرنا ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ
إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي
سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذَاخِرِينَ.
(ترمذی ج ۲ کتاب الدعوات ص
۱۷۵۔ مستدرک ج ۱ ص ۴۹۱۔
مسند امام احمد ج ۵ ص ۲۶۷)
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً
إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ. (پ ۸
سورة الاعراف)

اپنے رب سے دعا کرو عاجزی اور
زاری کے ساتھ پوشیدہ یعنی آہستہ آواز
سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے
حد سے بڑھنے والوں کو۔

حدیث:-

عن ابی ہریرۃ عن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال: یقول اللہ تعالیٰ
عز وجل. انا عند ظن عبدي
بی. وانا معه اذا دعانی.
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں بندے
کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں اور
جب وہ دعائیں مشغول ہوتا ہے میں اس
کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (صحیح بخاری، صحیح
مسلم ج ۲ ص ۳۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳)

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

الدُّعَاءُ مُخِ الْعِبَادَةِ. (ترمذی
ج ۲ کتاب الدعوات ص ۱۷۵)

عبادت کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کے حضور میں خضوع و تذلل اور اپنی بندگی و محتاجی کا
مظاہرہ اور دعا کا جزو و کل اور اول و آخر اور ظاہر و باطن یہی ہے اس لئے دعا بلاشبہ

عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

الحدیث:- حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سب سے افضل
عبادت دعا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وقال ربکم ادعونی استجب لکم
الرح (مستدرک ج ۱ ص ۴۹۱)

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدعاء سلاح المؤمن
وعماذ الدين ونور
السموات والأرض.
دعا مومن کے لئے ہتھیار ہے اور یہ دین
کا ستون ہے اور زمین و آسمان کا نور
ہے۔ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۹۲)

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من فتح له منكم باب
الدعاء فتحت له ابواب
الرحمة وما سئل الله شيئا
يعنى احب اليه من ان يسئل
العافية وقال: قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم
ان الدعاء ينفع مما نزل و
مما لم ينزل فعليكم عباد الله
بالدعاء. (ترمذی ج ۲ ص-
الترغيب والترهيب ج ۲
ص ۴۷۹)

اللہ کے بندوں دعا کا اہتمام کرو۔

آپ کے اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ جو بلا اور مصیبت ابھی تک نازل نہیں ہوئی، بلکہ
اس کا صرف خطرہ اور اندیشہ ہے اس سے حفاظت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا

کرنی چاہیے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دعا بھی نافع ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو دور فرما کر عافیت نصیب فرمائیں گے۔

حدیث: - رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من لم يسأل الله يغضب عليه. جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ (ترمذی ج ۲ کتاب الدعوات اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

ص ۱۸۵ - مستدرک ج ۱ ص ۴۹۱)

حدیث: - رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله حي كريم يستحي اذا بے شک تمہارے رب میں بے حد حیا اور کرم کی صفت پائی جاتی ہے۔ جب رفع الرجل اليه يديه ان يردهما صفرا خائبين. (ترمذی

ج ۲ کتاب الدعوات ص ۱۹۶ - مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۹۷)

حدیث: - رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله رحيم كريم يشك الله تعالى انتهای حیا والے اور مخی ہیں اسے شرم محسوس ہوتی ہے جب بندہ اليه يديه ثم لا يضع فيهما خيراً. (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۹۷)

حدیث: -

عن سلمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ربكم تبارك و تعالیٰ حی کریم استحیی من عبده اذا رفع يديه اليه ان يردهما صفراً.

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸ باب الدعاء ابواب شهر رمضان)

ممنوع دعائیں:-

بسا اوقات انسان صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور جلد ناامیدی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا علم بھی بہت محدود ناقص ہے اس لئے بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی دعائیں بھی کرنے لگتا ہے جو اگر قبول ہو جائیں تو اس میں خود اسی کا خسارہ اور نقصان ہو۔ اس لئے رسول اللہ نے ایسی دعاؤں سے منع فرمایا ہے۔

حدیث: - حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم کبھی اپنے حق میں یا اپنی اولاد اور مال و جائیداد کے حق میں بددعا نہ کرو مبادا وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو اور تمہاری وہ دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمادے (جس کے نتیجے میں خود تم پر یا تمہاری اولاد پر کوئی آفت آجائے) (صحیح مسلم)

حدیث: - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی اپنی موت کی تمنا نہ کرے نہ جلدی موت آنے کے لئے اللہ سے دعا کرے کیونکہ جب موت آجائے گی تو عمل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا (اور اللہ کی رضا و رحمت حاصل کرنے والا کوئی عمل بندہ نہیں کر سکے گا جو عمل بھی کیا جا سکتا ہے جیتے جی ہی کیا جا سکتا ہے) اور بندہ مومن کی عمر تو اس لئے خیر ہی میں اضافہ اور ترقی کا وسیلہ ہے (اس لئے موت کی تمنا اور دعا کرنا بڑی غلطی ہے)۔“ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲)

اجابت دعا:-

اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی سے بندے کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ بعض اوقات اظہار قبولیت میں دیر ہوتی ہے لیکن عام آدمی یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہی نہیں ہوئی۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس دعا کی قبولیت کے لئے جلد بازی سے کام نہ لیا جائے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔“

حدیث :-

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ
يَعْجَلْ يَقُولُ دَعْوَتَهُ فَلَمْ
يَسْتَجِبْ لِي.

(رواه البخاری ج ۲ ص ۲۳۸)

مسلم ج ۲ ص ۳۵۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ
نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص دعا
کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے جب
تک کہ جلدی نہ چائے (پھر جلدی
کرنے کا مطلب بتاتے ہوئے ارشاد
فرمایا کہ دعا کرتے کرتے) کہتا ہے کہ
میں نے دعا کی سو وہ قبول نہ ہوئی۔

تشریح :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا قبول ہونے کی ایک شرط یہ ہے
کہ دعا کرنا نہ چھوڑے اور یوں نہ کہے کہ اتنا عرصہ ہو گیا دعا قبول نہیں ہوتی دعا کا
ظاہری اثر نظر آئے یا نہ آئے بہر حال دعا مانگتا رہے۔

حدیث :-

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک بندہ قطع رحمی اور گناہ کی دعا نہ
کرے اس وقت تک اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے (اور) جب تک جلدی نہ کرے
اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ جلدی کرنے کا کیا
مطلب ہے؟ فرمایا جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کہتا ہے میں نے دعا کی اور
دعا کی لیکن مجھے قبول ہوتی نظر نہیں آتی یہ کہتا ہے اور اس حالت پر پہنچ کر دعا کرنے
سے تھک جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ بیٹھتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۲)

حضرت موسیٰ کی دعا چالیس سال بعد قبول ہوئی:

قبولیت دعا کے باوجود اس کے ظاہر ہونے میں تاخیر بھی ممکن ہو سکتی ہے اور
اس کے اظہار کا وقت بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ اور سیدنا ہارون
علیہما السلام دونی اللہ کے حضور دست بدعا ہیں۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيَّ أَمْوَالِهِمْ
وَاشْدُدْ عَلَيَّ قُلُوبَهُمْ.

اے ہمارے رب مٹا دے ان کے مال اور سخت
کردے ان کے دل۔ (سورہ یونس آیت ۸۹)
اور اس کے جواب میں اللہ جل و شانہ نے ارشاد فرمایا قَدْ أُجِيبْتُ دَعْوَتُكُمْ مَا
تمہاری دعا یقیناً قبول ہو گئی ہے۔ لیکن اس کے پورے چالیس سال بعد تک بھی
فرعون اور اس کی قوم دھندلاتی رہی اور قبولیت دعا کا اظہار چالیس سال بعد ہوا۔
(تفسیر بحر المحیط ج ۵ ص ۱۸۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۲۹)

قبولیت دعا کی نوعیت:

حدیث :- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ
لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ وَلَا قَطِيعَةٌ
رَحِمَ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ بِهَا
إِحْدَى ثَلَاثٍ إِمَّا أَنْ يُعْجَلَ
لَهُ دَعْوَتُهُ وَإِمَّا أَنْ يُذْخِرَهَا
لَهُ فِي الْآخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ
يُصْرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ
مِثْلَهَا قَالُوا إِذَا نُكِّثُ قَالَ
اللَّهُ أَكْثَرُ. (مسند امام احمد

ج ۳ ص ۱۸۔ مستدرک حاکم

ج ۱ ص ۴۹۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان
ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو
بھی کوئی مسلمان کوئی دعا کرتا ہے جس میں گناہ
اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ جل شانہ اس دعا کی
وجہ سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز
عطا فرمادیتے ہیں۔ اسی دنیا میں اس کی دعا قبول
فرمالیتے ہیں اور اس کا سوال پورا فرمادیتے ہیں
یعنی جو مانگتا ہے وہ دے دیتے ہیں (۲) یا اس کی
دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ لیتے ہیں
(جس کا ثواب آخرت میں دیں گے) (۳) یا
دعا کرنے والے کو اس کی مطلوبہ شے کے برابر
(اس طرح عطیہ دیتے ہیں کہ) آنے والی
مصیبت کو ٹال دیتے ہیں یہ سن کر صحابہؓ نے عرض
کیا کہ اس طرح تو ہم بہت زیادہ کمائی کر لیں

گے۔ آنحضرت ﷺ نے (اس بات کے) جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اس سے بہت زیادہ ہے (جس قدر تم دعا کر لو گے)۔

کن لوگوں کی دعا زیادہ لائق قبول ہوتی ہے:-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے)؛ (۱) روزہ دار کی جس وقت وہ افطار کرتا ہے (۲) امام عادل کی یعنی اس مسلمان صاحب اقتدار کی دعا جو شریعت کے مطابق چلتا ہو اور سب کے ساتھ انصاف کرتا ہو؛ (۳) اور مظلوم کی دعا کو اللہ جل شانہ بادلوں کے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پروردگار عالم جل مجدہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں ضرور ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت (گزرنے) کے بعد ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دعائیں مقبول ہیں ان (کی قبولیت) میں کوئی شک نہیں۔ (۱) والد کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ فَوْقَ الْعَمَامِ وَتُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ وَ عِزَّتِي لَا نُصْرَتِكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ.

(مسند امام احمد ج ۳ ح ۷۵۱۳، ۹۶۱۲)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَ

دَعْوَةُ الْمَسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لِهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ حَتَّى يَنْتَصِرَ وَ دَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتَّى يَصُدَّرَ وَ دَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتَّى يَقْتُلَ وَ دَعْوَةُ الْمَرِيضِ حَتَّى يَبْرَأَ وَ دَعْوَةُ الْإِخِ لِإِخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَ أَسْرَعُ هَذِهِ الدَّعَوَاتِ إِجَابَةً دَعْوَةُ الْإِخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ. (رواه البيهقي في الدعوات الكبرى)

دعاء کا آخری ذخیرہ:-

جو دعا دنیا میں قبول نہیں ہوتی وہ ذخیرہ آخرت بن کر حصول جنت کا باعث بن جاتی ہے۔

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو روز قیامت اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دعا مانگنے کا حکم دیا اور اسے قبول کرنے کا تجھ سے وعدہ کیا، کیا تو مجھے پکارا کرتا تھا؟ مومن جواب دے گا ہاں میرے اللہ۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا!

(ترمذی کتاب الدعوات ج ۲ ص ۱۸۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ دعائیں (ضرور) قبول کی جاتی ہیں (۱) مظلوم کی دعا جب تک بدلہ نہ لے (۲) حج کے سفر پر جانے والے کی دعا جب تک گھر واپس نہ آ جائے (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی دعا جب تک لوٹ کر گھر نہ پہنچے (۴) مریض کی دعا جب تک اچھا نہ ہو جائے (۵) ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے (پھر فرمایا) کہ ان دعاؤں میں سب سے زیادہ جلدی قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے کرے۔

تو نے جتنی مرتبہ مجھے پکارا میں نے اتنی مرتبہ ہی تیری دعا قبول کی۔ کیا تو نے مجھے فلاں فلاں دن کسی غم و اندوہ سے نجات کے لیے نہیں پکارا تھا؟ جو میں نے تجھ سے دور کر دیا۔

بندہ کہے گا ہاں میرے اللہ۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے دنیا میں جلدی ہی اس کا صلہ دے دیا اور تو نے مجھے فلاں فلاں دن اپنے اوپر نازل ہونے والے غم و اندوہ سے نجات کے لیے نہیں پکارا تھا؟ جس سے تو نجات نہ پاسکا۔

مومن کہے ہاں میرے مولا کریم۔ (ایسا ہی ہوا)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا!

میں نے اس کا اجر تیرے لیے جنت میں اتنی اتنی مقدار میں جمع کر دیا اور تو نے مجھے فلاں فلاں دن اپنی حاجت برآری کے لیے نہیں پکارا تھا؟ جو تجھے پوری ہوتی نہ دکھائی دی۔ اس کا بدلہ میں نے تیرے لیے جنت میں جمع کر رکھا ہے۔

مومن انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے یا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی مراد دے دیتا ہے یا آخرت میں اس کے لیے جمع کر دیتا ہے۔ اس مقام پر مومن انسان خواہش کرے گا کہ اے کاش میری دعائیں دنیا میں پوری نہ ہوتیں اور مجھے آج ان کا صلہ ملتا۔ (متدرک حاکم ج ۱ ص ۴۹۴)

حرام خورکی دعا قبول نہیں ہوتی:

رسول اللہ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اس نے اس معاملہ میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی مومن بندوں کو دیا ہے۔ پیغمبروں کے لئے اس کا ارشاد ہے

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

اور ایماندار بندوں سے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ. اس کے بعد رسول اللہ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کر کے کسی مقدس مقام پر ایسی حالت میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں جسم اور کپڑوں پر گرد و غبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔ اے میرے رب! اے میرے پروردگار اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس بھی حرام ہے اور حرام غذا سے اس کا نشوونما ہوا ہے تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ بعض لوگوں کو یہ خیال آتا ہے جب دعا اور اس کی قبولیت برحق ہے اور دعا کرنے والوں کے لئے اللہ کا وعدہ ہے۔

أَدْعُوْنِي اسْتَجِبْ لَكُمْ. تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔

پھر دعا شرف قبولیت سے کیوں محروم رہتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انسان کی خوراک اور لباس اگر حلال طیب نہ ہو تو دعا کی قبولیت کے آڑے یہ چیزیں بھی آجاتی ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَهُ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَهُ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا وَقَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک ہی (مال اور قول و عمل) قبول فرماتا ہے (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ (حلال کھانے کے بارے میں) اللہ جل شانہ نے پیغمبروں کو جو حکم فرمایا ہے وہی مومنین کو حکم فرمایا ہے چنانچہ پیغمبروں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے رسولو! طیب چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو اور مومنین کو خطاب

کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ، اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کر رہا ہو، اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں، جس پر گرد و غبار اٹا ہو اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے یا رب یا رب کہہ کر دعا کرتا ہو، یہ شخص دعا تو کر رہا ہے اور اس شخص کو حرام غذا دی گئی ہے، پس ان حالات کی وجہ سے اس کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔

آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ.

(مسلم شریف ج ۱ کتاب الزکوٰۃ صفحہ ۳۲۶)

اوقات اجابت:

بعض مخصوص اوقات جن میں رحمت خداوندی بندے کی طرف زیادہ راغب اور متوجہ ہوتی ہے۔ ان مبارک و مقدس گھڑیوں میں بندے کی دعائیں اور التجائیں بارگاہ خداوندی میں جلد شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہیں۔

حدیث:- حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی دعاء اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقبول ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد جو دعا مانگی جائے (وہ زیادہ قبول ہوتی ہے) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا!

قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخر و دبر الصلوات المكتوبات. قال ترمذى هذا حديث حسن. (ترمذى ج ۲ ص ۱۸۸ کتاب الدعوات)

حدیث:-

عن العرياض بن ساريه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى فريضة فله دعوة مستجابة و من ختم القرآن فله دعوة مستجابة. (معجم طبرانی ج ۱۸ ص ۲۵۹ حدیث ۶۴۷)

حدیث:-

عن جابر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فى الليل لساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله فيها خيرا من امر الدنيا والاخرة الا اعطاه اياه وذلك كل ليلة. (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸)

حدیث:-

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الاخير يقول من يدعوني يستجيب له من

حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو آدمی فرض نماز پڑھے (اور اس کے بعد دل سے دعا کرے) تو اس کی دعا قبول ہوگی اور اسی طرح جو آدمی قرآن مجید ختم کرے اور دعا کرے تو اس کی دعا بھی قبول ہوگی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ رات میں ایک خاص وقت ہے جو مومن بندہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرمادے گا اور اس میں کسی خاص رات کی خصوصیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہر رات میں ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جل شانہ آسمان دنیا کی طرف رات کے آخری حصہ میں نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی سائل

دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ

احادیث میں حاجات طلبی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ اور اس کے آداب بھی مذکور ہیں۔

دعا کرنے کا پہلا ادب:

تو یہ ہے کہ بندہ اپنے دونوں ہاتھ سینے یا کندھے کے مقابل تک اٹھائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

المسألة ان ترفع یدیک
حذو منکیک --
والابتھال ان تمد یدیک
جمعياً. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸
باب الدعاء۔ ابواب شہر
رمضان)

اللہ تعالیٰ سے حاجت طلبی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے وقت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور دعا کے وقت نہایت درجہ کی عاجزی و مسکنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اللہ کے سامنے پھیلائے۔

ابن شہاب زہری کی مرسل روایت میں ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیه عند صدره فی الدعاء ثم یمسح بہما وجہہ۔
رسول اللہ ﷺ دعا میں اپنے سینے تک ہاتھ اٹھاتے پھر ان کو اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۴۷)

دوسرا ادب:

یہ ہے کہ سیدھے ہاتھوں سے دعا کی جائے ہاتھ اٹھانے کے دعا نہ کی جائے۔ حدیث: - حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

یسأ لینی فاعطیہ من یتغفرنی فاغفرلہ. (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸)
ہے میں اس کے سوال کو پورا کروں۔ کوئی گناہوں کی بخشش کا طلبگار ہے، میں اس کے گناہوں کو بخش دوں۔

حدیث: - عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا کان لیلۃ الجمعة فان استطعت ان تقوم فی ثلث اللیل الاخر فانها ساعة مشہودۃ والدعاء فیها مستجاب.
جمعہ کی شب کے آخری حصہ میں ایک ایسی مبارک گھڑی ہے۔ جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس وقت اٹھ کر اس سے فائدہ اٹھا لو۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۷ ابواب الدعوات باب فی دعا النبی)

حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا

ہر منفرد امام اور مقتدی کے لیے دعا کرنا مستحب ہے احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے ثابت ہے۔ میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا۔ تاکہ ان بے باک لوگوں کی زبانبندی ہو۔ جو دعا بعد نماز کو بدعت کہتے ہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۶۰)

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیه مسح وجہہ بیدیه: (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۸)

رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے تو ہاتھ بھی اٹھاتے اور دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرتے تھے۔

چوتھا مسنون ادب:

چوتھا مسنون ادب یہ ہے کہ ہاتھوں کو ساتھ جوڑ کر دعا نہ کی جائے بلکہ درمیان میں معمولی سا فاصلہ رکھا جائے علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔

وهذا يقتضى ان تكونا (ای) اس حدیث (یعنی مامن عبد یسط الخ) یدین متفرقتین مبسوطتین کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ علیحدہ پھیلے ہوئے ہوں۔ (یعنی درمیان میں معمولی فاصلہ ہو) ملا لا کھینۃ الاغتراف. (مواہب لدنیہ ج ۱۲ ص ۲۸ بحوالہ تحفة المطلوبہ ص ۱۲۹)

حدیث: - حضرت ابن عباس کی روایت کے آخری حصہ میں ہے:

فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوهکم. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸)

جب تم دعا سے فارغ ہونے لگو تو دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر لو۔

باب الدعاء ابواب شهر رمضان

چہرے پر ہاتھ پھیرنے کی حکمت:

دعا کا پانچواں مسنون ادب چہرے پر ہاتھ پھیرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دعا کے اختتام پر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر لیتے تھے۔

حدیث: - عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

ثم اذا رد یدیه فلیفرغ ذلک الخیر علی وجہہ. (المعجم طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۲۳ حدیث ۱۳۵۵۷)

دعا سے فارغ ہو کر جب ہاتھ نیچے کرنا ہوں تو پہلے دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ تاکہ یہ خیر و برکت چہرے پر بھی پہنچ جائے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا جعل باطن کفہ الی وجہہ. (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۳۲۳ حدیث ۱۲۲۳۳)

رسول اللہ ﷺ دعائیں دونوں ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلیاں چہرہ کی طرف رکھتے تھے۔

حدیث: - حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سألتهم اللہ فسألوه ببطون اکفکم ولا تسألوه بظہورہا. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو دعا میں اپنی ہتھیلیاں سامنے رکھ کر دعا کرو اور اپنے ہاتھ الٹے کر کے دعا نہ مانگو۔

مستدرک حاکم ج ۱ ص ۵۳۶

حدیث: - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعوت اللہ فادع ببطن کفیک ولا تدع بظہورہا. (ابن ماجہ ص ۱۲۷ ابواب الدعاء)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کو سامنے کر کے دعا کرو اور ہاتھوں کو الٹا کر کے دعا نہ مانگو۔

تیسرا ادب:

تیسرا ادب دعا کا یہ ہے کہ دعا والے بابرکت ہاتھ چہرہ پر پھیرے جائیں۔

حدیث: -

عن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا مد یدیه فی الدعاء لم یرد ہما حتی یمسح بہما وجہہ. (ترمذی ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں چہرے پر پھیرنے سے پہلے نہیں لوٹاتے تھے۔ (متدرک حاکم ج ۱ ص ۵۳۶ ترمذی ج ۲ ص ۱۷۴)

حدیث: -

قاضی مدینہ یحییٰ بن سعید الانصاری تابعی حضرت انس بن مالک، حضرت سائب بن یزید اور فقہاء سبعہ مدینہ اور کبار تابعین کا معمول اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کانوا یدعون ثم یردون ایدیہم
علی وجوہہم لیردوا البرکة.
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۳)
بحوالہ تحفة المطلوبہ ص ۱۳۲)

یہ حضرات دعاؤں میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر آخر میں دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے تھے۔ تاکہ یہ خیر و برکت چہرہ پر بھی پہنچ جائے۔

صاحب مراقی الفلاح فرماتے ہیں:

”دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ دعا کے دوران جو برکات ہاتھ پر نازل ہوتی ہیں ان سے چہرہ بھی فیض یاب ہو جائے اور اس میں تکالیف دور ہونے نیز عنایات خداوندی حاصل ہونے کا نظریہ بھی پایا جاتا ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۱۷۳)

چھوٹوں سے دعا کی درخواست:

عمر اور مرتبہ میں اپنے سے چھوٹے آدمی سے بھی دعا کی درخواست کرنا سنت ہے۔
حدیث:-

عن عمر بن الخطاب قال
استاذ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی العمرة
فاذن وقال اشركنا یا اخی
فی دعائک ولا تنسنا
فقال کلمہ ما یسرنی ان
لی بها دنیا. (ابوداؤد ج ۱
ص ۱۴۹)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ جانے کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ نے مجھے اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا: ”بھیا ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شامل کرنا اور ہم کو بھول نہ جانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھیا کا جو کلمہ کہا، اگر مجھے اس کے عوض ساری دنیا دے دی

جائے تو میں راضی نہ ہوں گا۔

پہلے اپنے لئے دعا:-

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی۔

کان اذا ذکر احدا فدعاه
بدا بنفسه. (ترمذی ابواب
الدعوات ج ۲ ص ۱۷۶)

جب کسی کو یاد فرماتے اور اس کے لئے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لئے مانگتے۔ پھر اس شخص کے لئے دعا فرماتے۔

دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی دوسرے شخص کے لئے دعا کرنی ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے مانگے، اس کے بعد دوسرے کے لئے۔ اگر صرف دوسرے کے لئے مانگے گا تو اس کی حیثیت محتاج سائل کی نہ ہوگی۔ بلکہ صرف ”سفارشی“ کی سی ہوگی اور یہ بات دربار الہی کے کسی منگتا کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی دستور تھا کہ جب آپ کسی دوسرے کے لئے دعا فرمانا چاہتے تھے تو پہلے اپنے لئے مانگتے۔ عبدیت کاملہ کا تقاضا یہی ہے۔

خفی دعا افضل ہے:

مفتی سید عبدالرحیم لاچپوری نے ایک سوال کے جواب میں بڑی محققانہ بحث فرمائی ہے۔ جسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

سوال:- بعد نماز پنجگانہ امام کے لئے مستحب اور مسنون جہر اذکار مانگنا ہے یا سرا؟ عام طور پر لوگ جہر اذکار کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ امام کی دعا پر آمین آمین کہنے کو فضیلت کی چیز سمجھتے ہیں جو امام سر اذکار مانگتا ہے اس سے ناخوش ہوتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ ہم کو آمین کہنے سے محروم کیا جاتا ہے۔ شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا تو جرو!

الجواب:- فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی کے مل کر دعا مانگنے کی بڑی فضیلت ہے اور اس کا مسنون اور افضل طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آہستہ دعا مانگیں یہ طریقہ اخلاص سے پر، خشوع و خضوع، عاجزی والا و نیز دل پر اثر انداز قبولیت کے قریب اور ریا کاری سے دور ہے۔ دعا میں اصل اخفاء ہے۔

كما قال الله تعالى اُدْعُوا رَبُّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ (قرآن مجید)

یعنی اے بندو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرتے رہو۔ (زور سے دعا کرنا حد سے تجاوز کرنا ہے اور) بے شک خداوند قدوس حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

مذکورہ آیت میں اللہ عزوجل نے دعا کے دو آداب بیان فرمائے (۱) دعا عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ ہونی چاہئے۔ (۲) دعا آہستہ آہستہ مانگنی چاہئے۔ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریقہ تھا کما قال اللہ تعالیٰ اِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا. یعنی (زکریا علیہ السلام نے) پکارا اپنے رب کو چپکے چپکے۔

نیز حدیث شریف میں ہے۔ خیر الدُّعَاءِ الخفی. بہتر دعا خفی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔

يا ايها الناس اربعوا على انفسكم انكم ليس تدعون اصم ولا غابا انكم تدعون سميعاً و قريبا و هو معكم. (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۰۵)

مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۶

تفسیر کبیر میں علامہ امام رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

واعلم ان الاخفاء معتبر في الدعاء يدل عليه وجوه (الاول) هذه الآية (ای ادعوا ربكم الخ) فانها تدل على انه واعلم ان الاخفاء معتبر في الدعاء يدل عليه وجوه (الاول) هذه الآية (ای ادعوا ربكم الخ) فانها تدل على انه

علامہ رازی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ دعاء میں اخفاء ہی قابل عمل ہے اور اس کی چند دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) مذکورہ آیت ادعوا ربکم

تعالیٰ امر بالدعاء مقروما بالاخفاء و ظاهر الامر للوجوب فان لم يحصل الوجوب فلا اقل من كونه ندباً ثم قال تعالیٰ يعده انه لا يحب المعتدين والظاهر ان المراد انه لا يحب المعتدين في ترك هذين الامرين المذكورين وهما التضرع والاخفاء فان الله تعالیٰ لا يحبه و محبة الله عبارة عن الثواب فكان المعنى ان من ترك في الدعاء التضرع والاخفاء فان الله لا يشبه البتة ولا يحسن اليه و من كان كذلك كان من اهل العقاب لا محالة فظهران قوله تعالیٰ انه لا يحب المعتدين كالتهديد الشديد على ترك التضرع والاخفاء في الدعاء.

تفسیر بیضاوی میں:

فان الاخفاء دليل الاخلاص

(ص ۲۹۴)

الی قولہ (انہ لا یحب المعتدین) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو آہستہ آہستہ دعا مانگنے کا حکم فرمایا ہے اور صیغہ امر ظاہراً و جوب کے لئے ہوتا ہے ورنہ کم از کم ندب کے لئے تو ہوگا ہی پھر بعد میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا انہ لا یحب المعتدین اور اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ دو امر (تضرع و اخفاء) میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور آیت میں لا یحب سے لایشبہ مراد ہے اب آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ دعا میں تضرع اور اخفاء کو چھوڑ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ثواب کے مستحق نہیں ہوں گے بلکہ سزا کے حقدار ہوں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۴۷)

آہستہ آہستہ دعا کرنا اخلاص کی دلیل (علامت) ہے (اور خدا تعالیٰ کو اخلاص والا عمل از حد محبوب ہے)۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعو ربکم
تضرعاً و خفیة اور عبد صالح
(حضرت زکریا علیہ السلام) کے تذکرہ
میں فرمایا۔ اذا نادى ربه نداء خفياً.
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا بہترین ذکر دعاء خفی ہے اور
بہترین رزق وہ ہے جو بقدر کفایت ہو۔
(ترجمہ تفسیر مظہری ج ۴ ص ۳۱۷ ہکذا فی
تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۳۹)

لهم صوتاً الا همسا بينهم و بین
ربهم و ذلك ان الله سبحانه و
تعالیٰ يقول ادعوا ربکم تضرعاً
خفیة و ان الله ذکر عبداً
صالحاً و رضی فعله فقال اذ
نادى ربه نداءً خفياً و ایضاً يدل
على فضل الذكر الخفی
حدیث سعد بن ابی وقاص قال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم خير الذكر الخفی و خير
الرزق ما يكفى اه.

اسی وجہ سے امت کے ائمہ اربعہ میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے
کہ دعاء سر اہی افضل ہے۔ چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ”مسلك السادات الی سبیل
الدعوات“ (جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ مقيم مکہ مکرمہ
نے ۱۳۲۱ھ میں تالیف فرمایا) کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں۔

اعلم انه لا خلاف بان
المذاهب الاربعة فی ندب
الدعاء سر اللامام والقد
واجاز المالکیة والشافعیة
جهر الامام به لتعليم
المامومين اوتامينهم على
دعائه. (ج ۱ ص ۵۴۹)

خوب سمجھ لیجئے کہ مذاہب اربعہ (حنفیہ، شافعیہ،
مالکیہ، حنابلہ) میں اس بارہ میں کوئی اختلاف
نہیں کہ (نماز کے بعد) آہستہ دعا مانگنا امام
اور منفرد کے لئے مستحب ہے۔ مالکیہ اور
شافعیہ امام کے لئے اس کی اجازت دیتے
ہیں کہ دعا جہراً پڑھے تاکہ مقتدیوں کو تعلیم ہو
یا اسکی دعا پر آمین کہہ سکیں۔

اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تفسیر مہانگی میں ہے:

دعاء میں اخفاء افضل ہے۔ اس لئے
کہ یہ طریقہ اخلاص سے قریب ہے۔
ادعو ربکم الخ یعنی خشوع، خضوع،
عاجزی اور آہستگی کے ساتھ دعا کرو کہ
یہ قبولیت کے قریب ہے۔ اس لئے کہ
سر ادعا کرنا اخلاص کی علامت ہے اور
ریا کاری سے دوری کی دلیل ہے۔
(ج ۳ ص ۱۷۷)

والافضل فی الدعاء الاخفاء
فان الاخفاء دلیل الاخلاص.
تفسیر روح البیان میں ہے:
ادعوا ربکم الخ ای
متضرعین متذلین مخفین
الدعاء لیکون اقرب الی
الاجابة لکون الاخفاء دلیل
الاخلاص والاحتراز عن
الریاء.
تفسیر فتح البیان میں ہے:

(ایت ادعوا ربکم تضرعاً خفیہ میں)
خفیہ کے معنی سر ادعا کرنے کے لئے ہیں۔
اس لئے کہ یہ (سر ادعا کرنا) ریا کاری کی
رگ کو کاٹنے کے لئے بہت ہی مؤثر ہے۔

والخفیة الاسرار به فان
ذلک اقطع العرق الریاء.
(ج ۲ ص ۴۰)

اور تفسیر مظہری میں ہے:

سری ذکر افضل ہے۔ صحابہ اور تابعین کا
اسی پر اتفاق رہا ہے۔ حسن بصری رحمہ
اللہ کا قول ہے کہ سری دعاء اور جہری دعاء
میں ستر درجہ کا فرق ہے۔ مسلمان بہت
لگن سے دعا کرتے تھے۔ مگر ان کی
آواز قطعاً سنائی نہیں دیتی تھی۔ صرف
لبوں کی سرسراہٹ محسوس ہوتی تھی۔

ويدل على كون ذكر السر
افضل ومجمعا عليه من
الصحابة من تبعهم قول
الحسن ان بين دعوة السر و
دعوة العلانية سبعون ضعفا
ولقد كان المسلمون
يجتهدون في الدعاء وما يسمع

یعنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ دعا سرا کرنی چاہئے۔

یعنی مستحب یہ ہے کہ دعا سرا مانگی جائے بلند آواز سے دعا مانگنا بدعت ہے۔ ص ۷۳

امام مقتدیوں کو سکھلانے کے لئے جہراً دعا کرے اور جب مقتدی سیکھ جائیں تو مقتدی اور امام دونوں آہستہ دعا کریں اگر زور سے دعا کی تو یہ بدعت ہے۔

معلوم ہوا کہ جہراً دعا مانگنے پر مداومت نہیں ہونی چاہئے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

یعنی مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی ذکر (دعا) آہستہ آواز سے کریں ہاں جب دعا کے سکھانے کی ضرورت ہو پھر (سکھنے تک) مضائقہ نہیں۔

یعنی سنت طریقہ یہ ہے کہ سرا دعا مانگے۔

اما الدعاء فیسربہ بلا خلاف. (مسلم ج ۱ ص ۳۱۱) فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

يستحب فی الدعاء الاخفاء و رفع الصوت بالدعاء بدعة فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

يدعو الامام جهرًا لتعليم القوم ويخافته القوم اذا تعلم القوم و يخافت هو ايضاً و ان جهر فهو بدعة. (فتاویٰ بزازیہ جلد اول مع الہندیہ ج ۴ ص ۴۳)

والمختاران الامام والمأموم يخفيان الذكر الا ان احتاج الى التعليم (فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۹)

عالمگیری میں ہے:

والسنة ان يخفي صوته بالدعاء كذا في الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۴۸ الباب الخامس في كفية اداء الحج۔

البحر الرائق میں ہے:

لقوله تعالى انه لا يحب المعتدين ای الجاهرين بالدعاء. (ج ۲ ص ۱۹۲)

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وترى كثيراً من اهل زمانك يعتمدون الصراخ في الدعاء خصوصاً في الجوامع حتى يعظم اللغط و شد و تستك المسماع و تستد ولا يدرون انهم جمعوا بين بدعتين رفع الصوت في الدعاء و كون ذلك في المسجد و روى ابن جرير عن ابن جريح ان رفع الصوت بالدعاء من الاهتداء المشار اليه بقوله سبحانه انه لا يحب المعتدين.

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ محدثین، مفسرین اور فقہاء کے اقوال سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ سرا دعا مانگنا، امام، مقتدی اور منفرد ہر ایک کے لئے افضل اور مسنون ہے۔ امام کا زور سے دعا مانگنے کی عادت بنا لینا خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ اماموں کو چاہئے کہ سنت کی عظمت اور اہمیت کو پہچانیں۔ اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ عوام اور خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کریں۔

یعنی فرمانِ خداوندی ”انہ لا یحب المعتدین“ کا مطلب یہ ہے کہ زور زور سے دعا کرنے والوں کو خدا تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔

تم بہت سے اماموں کو دیکھو گے کہ وہ دعا زور زور سے مانگتے ہیں خاص کر جامع مسجدوں میں حتیٰ کہ اتنا چیختے ہیں کہ جس کی وجہ سے (گویا) کان بہرے اور بند ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ بدعتوں کو جمع کر رہے ہیں (۱) زور سے دعا مانگنا (۲) مسجد میں یہ حرکت کرنا۔ ابن جریر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ دعا میں آواز بلند کرنا اس اعتداء (حد سے تجاوز کرنا) میں سے ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول ”انہ لا یحب المعتدین“ سے اشارہ فرمایا ہے۔

(ج ۸ ص ۱۳۹ سورۃ اعراف)

اقوال مذکورہ کے علاوہ اکابرین کے اقوال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

”نیز امام کا زور زور سے دعا مانگنا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ تنزیہی اور

خلاف اولیٰ ہی ہے لیکن اس کے اختیار کرنے اور عادت بنانے کی

ضرورت ہی کیا ہے۔ مکروہ بہر حال مکروہ ہے۔ اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے

اور اولویت اور بہتری اس کے خلاف میں ہے۔“

(الفائس المرغوبہ ص ۵۰۴)

اخیر میں مفتی اعظم (پاکستان) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ امام با واز دعائیہ کلمات

پڑھتا ہے اور عام طور پر بہت سے لوگ مسبوق ہوتے ہیں۔ جو باقی ماندہ نماز کی

ادائیگی میں مشغول ہیں۔ ان کی نماز میں خلل آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول

کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کسی سے یہ صورت منقول نہیں کہ نماز کے

بعد وہ (امام) دعا کرے اور مقتدی صرف آمین کہتے رہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ طریقہ مروجہ قرآن کے بتلائے ہوئے طریقہ کے بھی خلاف

ہے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے عام

حالات میں اس سے اجتناب کر کے امام و مقتدی سب آہستہ آہستہ دعاء مانگیں۔

ہاں کسی خاص موقع پر جہاں مذکورہ مفسدہ ہوں کوئی ایک جہر اداء کرے اور

دوسرے آمین کہیں۔ اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ (احکام دعاء ص ۱۱)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بدعت کی جڑ یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی مصلحت سمجھ کر خلاف سلف صالحین و

نصوص واردہ کوئی فعل اختیار کر لیا جائے۔ بدعت دفعۃً نہیں آتی۔ اسی طرح آہستہ

آہستہ آتی ہے۔ اہل فہم پہلے سے ہی سمجھ جاتے ہیں اور روک دیتے ہیں۔ دوسرے

لوگ بعد میں متنبہ ہوتے ہیں۔ (الورد الشذی علی جامع الترمذی ص ۷۰)

اماموں کو چاہئے مذکورہ اقوال میں غور و تدبر کریں۔ مقتدیوں کو بھی امام کو

جہر اداء کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کی دعا سنتا ہے۔ عربی میں

یاد نہ ہو تو فارسی میں اردو میں گجراتی وغیرہ میں جو اس کی زبان ہو۔ اسی زبان میں دعا

مانگے خدا تعالیٰ ہماری عبادات کو بدعات اور مکروہات سے محفوظ رکھے۔ آمین

مساجد کے امام مقتدی اور مقتدر علماء غفلت برتتے رہے تو یہ بدعت جڑ پکڑ

جائے گی اور سنت کی نورانیت اور دعا کی برکات سے امت محروم ہو جائے گی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۳۲۵ تا ۳۲۲)

خفی دعا ستر گناہ افضل ہے:

محقق عصر حاضر شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت امام حسن بصریؒ کے اس ارشاد کہ مسلمان پوری وسعت اور ہمت

سے دعا کیا کرتے تھے لیکن ان کی آواز نہیں سنی جاتی تھی اور قرآن کریم کی دو آیتوں

(أَدْعُوا رَبَّكُمْ الْآیة اور اِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا) سے ذکر بالسر پر استدلال کا

تذکرہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۴۱ طبع مصر تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۳۹ طبع مصر تفسیر

ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۱ طبع مصر اور تفسیر کبیر ج ۱۳ ص ۱۳۱ طبع مصر میں بھی موجود ہے اور

تفسیر کبیر میں یہ بھی مذکور ہے۔

چوتھی حجت آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے

کہ آہستہ ایک دفعہ کی دعا بلند آواز سے

ستر مرتبہ دعا کے برابر ہے اور نیز آپ

نے ارشاد فرمایا کہ بہترین ذکر وہ ہے جو

آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو

کفایت کرے۔ (ج ۱۳ ص ۱۳۱)

الحجة الرابعة قوله عليه

السلام دعوة في السر

تعادل سبعين دعوة في

العلانية و عنه عليه السلام

خير الذكر الخفي و خير

الرزق ما يكفى.

اس سے بھی معلوم ہوا کہ آہستہ دعا کے بلند آواز سے دعا پر ستر گنا ثواب

زیادہ ہونے پر صرف حضرت حسن بصریؒ کا قول و ارشاد نہیں بلکہ بقول امام رازیؒ اس

کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی حدیث بھی موجود ہے اور یہ وہی حدیث ہے جس کا ذکر تفسیر مظہری کے حوالہ سے پہلے ہو چکا ہے۔

(د) حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اس آیت کریمہ سے اخفاء دعاء پر استدلال اس قدر واضح ہے کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی الشافعیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) نے فقہی مسلک کے اختلاف اور منطقی اور فلسفی ہونے کے باوجود امام صاحبؒ کے استدلال کو صرف صحیح اور درست ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ سپر ڈال کر ان کے ہمنوا ہو گئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ
اخفاء التامین افضل وقال
الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ
اعلانه افضل و احتج ابو
حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ علی
صحة قوله قال فی قوله امین
وجهان احدهما انه دعاء
والثانی انه من اسماء اللہ
تعالیٰ فان کان دعاءً وجب
اخفائه لقوله تعالیٰ اذعوا ربکم
تضرعاً و خفیة و ان کان اسما
من اسماء اللہ تعالیٰ و جب
اخفائه لقوله تعالیٰ و اذکر
ربک فی نفسک تضرعاً و
خفیة فان لم یثبت الوجوب
فلا اقل من الندیبة و نحفی

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار کرنا افضل ہے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر یوں استدلال کیا ہے کہ آمین میں دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ وہ دعا ہے اور دوسری یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے پس اگر آمین دعا ہے تو واجب ہے کہ آہستہ پڑھی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہو تب بھی اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے سوا اگر وجوب ثابت نہ ہو تو استحباب سے کیا کم

بہذا القول نقول . (تفسیر کبیر) ہو گا؟ اور ہم بھی اسی قول کے قائل ج ۱۳ ص ۱۳۱ طبع مصر) ہیں۔

اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ امام فخر الدین الرازیؒ کے نزدیک حضرت امام ابوحنیفہؒ کا دونوں آیتوں سے اس بات پر استدلال صحیح ہے کہ دعا بھی آہستہ ہو اور ذکر اللہ بھی آہستہ ہو اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ امام رازیؒ آہستہ آمین کہنے کے حق میں ہیں اور اس مسئلہ میں وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسلک اور دلیل کو ونحن بهذا القول نقول کہتے ہوئے ترجیح دیتے ہیں۔

(ہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بعد جس طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم حتیٰ کہ حضرت امام رازی الشافعیؒ بھی اس آیت کریمہ سے ذکر جہر اور جہر بالدعاء کو حد و شرع سے متجاوز سمجھتے ہیں اسی طرح مشہور غیر مقلد عالم قاضی محمد بن علی الشوکانیؒ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) بھی بلند آواز سے دعاء کرنے کو حد و شرعیہ سے متجاوز سمجھتے ہیں چنانچہ وہ اس آیت کریمہ کے آخری حصہ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و من الاعتداء فی الدعاء ان
یسأل الداعی ما لیس له
کالخلود فی الدنیا او
ادراک ما هو محال فی
نفسه او فی الآخرة او یرفع
صوته بالدعاء ما رخابه
(تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۱۳)
طبع مصر

اور دعا میں تجاوز کرنا یہ بھی ہے کہ دعاء کرنے والا ایسی چیز کا مطالبہ کرے جو اس کو حاصل نہیں ہو سکتی مثلاً یہ کہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کی دعاء کرے یا ایسی چیز کے حاصل کرنے کی دعاء کرے جو فی نفسہ محال ہو یا آخرت میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درجہ کو پہنچنے کی دعاء کرے یا بلند آواز سے چلا کر دعاء کرے۔

آخر کے خط کشیدہ الفاظ اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل صاف اور واضح ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کو بھی قاضی شوکانیؒ کا یہ حوالہ پیش نظر رکھنا چاہیے جن کے

علم و تحقیق پر وہ اعتماد کرتے ہیں۔ الغرض قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ذکر بالجہر اور بلند آواز سے دعاء کرنے کی نفی کرتی ہے اور اس سے ذکر بالجہر کی بدعت ہونے پر استدلال ماوشما کا نہیں تاکہ اس میں کیڑے نکالے جائیں بلکہ حضرت ابن مسعود اور فقیہ امت حضرت امام ابو حنیفہ اور دیگر اکابر فقہاء احناف کا ہے اب جس کا جو جی چاہے کرے اور جس کی بات چاہے مانے کیونکہ

نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا

حافظ ابن القیم (ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر) المتونی (۵۷۷ھ) آہستہ دعاء کرنے کے بارے میں دس فوائد اور حکمتیں بیان کرتے ہیں جن کا نہایت مختصر سا خلاصہ یہ ہے ① آہستہ دعاء کرنا ایمان کی بڑی عظمت ہے (اعظم ایمانا) ② اس سے ادب کا بہت بڑا پہلو نمایاں ہوتا ہے (اعظم فی الادب) ③ عاجزی اور خشوع میں یہ بہت بڑا دخل رکھتا ہے ④ اخلاص میں اس کا بہت بڑا دخل ہے۔ ⑤ اس سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جمعیت قلب ہوتی ہے ⑥ آہستہ دعاء کرنے والے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا تعلق نمایاں ہوتا ہے ⑦ یہ دوام طلب کی طرف بہت داعی ہے (ادعی الی دوام الطلب) ⑧ یہ خشوع کو قطع کرنے والے اسباب اور مشوشات سے بعید تر ہے۔ ⑨ حاسد کے مکر سے بعید تر ہے ⑩ دعاء چونکہ ذکر ہے اور اس کا اخفاء اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہے لہذا دعاء بھی آہستہ ہو۔ (مصلحہ بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۷۶-۹۷۷ حکم ذکر بالجہر ص ۲۳۲۳)

قرآن سے نماز کے بعد دعا کا ثبوت:

فرض نماز کے بعد کا وقت ایسا مبارک اور مقدس ہے کہ اس میں اللہ کے حضور جو دعا کی جاتی ہے۔ اس کی قبولیت کا قوی امکان ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ اپنے محبوب ﷺ کو ان مبارک اوقات میں دعا کی مشغولیت کا حکم فرماتے ہیں۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ. (سورہ انشراح) اور اپنے رب کے ساتھ دل لگائیں۔

جلیل القدر ائمہ تفسیر جیسے ترجمان القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ، امام قتادہ، امام ضحاک، امام مقاتل، امام کلبی اور امام مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلَاةِ
فَإِنصَبْ إِلَى رَبِّكَ فِي الدُّعَاءِ فَارْغَبْ،
إِلَيْهِ فِي الْمَسْأَلَةِ
يُعْطِيكَ.

جب آپ فرض نماز سے فارغ ہو جائیں تو دعا مانگنے میں اپنے آپ کو محنت میں ڈالیں اور سوال کرنے میں اس کی طرف رغبت کریں۔ (تفسیر بغوی ج ۳ ص ۵۰۳ معالم التنزیل مع اللباب التاویل ج ۷ ص ۲۲۰)

حضور انور ﷺ نے بھی فرض نمازوں کے بعد کے اوقات کو دعا کی قبولیت کے لئے موثر قرار دیا ہے۔ اور اس وقت دعا کرنے کی ترغیب دی اور تلقین فرمائی ہے اور خود بھی ان مبارک اوقات میں بارگاہ ایزدی میں دست بدعا نظر آتے ہیں۔ فرض نمازوں کے بعد سید الابرار ﷺ کی دعاؤں پر مشتمل مقدس احادیث کی ایمان افروز جھلک پیش کی جاتی ہے۔

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے

رسول اللہ ﷺ سے فرض نمازوں کے بعد مختلف اذکار اور متعدد دعائیں صحیح مرفوع احادیث سے ثابت ہیں۔

حدیث :- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے والی شام سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک مکتوب لکھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد کیا پڑھتے تھے انہوں نے جواباً لکھا۔

فرض نماز کے فوراً بعد دعا:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من الصلوة وسلم قال: لا اله الا الله وحده لا شریک له، له الملك وله الحمد، وهو علی کل شیئ قدیر. اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذا الجدمک الجدم.

رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے لا اله الا الله الخ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۸ باب ما یقول اذا سلم نسائی ج ۱ ص ۱۹۷ کتاب السهو)

صحیح بخاری میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوة مکتوبة (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷) اس حدیث سے ہر فرض نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کا دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ خواہ اس کے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں۔ علاوہ ازیں ”اذا سلم“ سے یہ بھی صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد اور سنتوں سے پہلے آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے۔

حضرت ابن زبیرؓ کی روایت فرض نماز کے بعد دعا:

(۲) حدیث:

عن ابی الزبیر قال سمعت عبداللہ بن الزبیر یخطب علی هذا المنبر وهو یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سلم فی دبر الصلوة او الصلوات لا اله الا الله وحده لا شریک له، له الملك، وله الحمد، وهو علی کل شیئ قدیر. لا حول ولا قوة الا باللہ. لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل، وله الشاء الحسن لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کره الکافرون. (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸) ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۸ ما یقول الرجل اذا سلم

ابوزبیر تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، وہ اس منبر پر خطبہ کے دوران فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد نماز ختم ہونے پر یہ دعا پڑھتے تھے۔ لا اله الا الله وحده لا شریک له الخ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا اور یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔ اسی کی حکومت اور فرمانروائی ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہ سے بچنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی طاقت سب اللہ ہی کے ارادہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہم سب اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ سب نعمتیں اسی کی ہیں۔ فضل اور احسان اسی کا ہے۔ اچھی تعریف بھی اسی کے لئے ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم پورے اخلاص کے ساتھ اس کی بندگی کرتے ہیں، اگرچہ منکروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

صحیح مسلم میں اس روایت میں یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔

وقال ابن الزبیر: کان رسول

ج ۱ ص ۱۵۰ ابواب شہر والا ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق
رمضان باب الدعاء) نہیں۔

امام ترمذی نے یہ روایت بہت لمبی بیان کی ہے۔ جس کی ابتدا اس طرح ہے۔
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلوة المكتوبة
الخ اور آخر میں وهذا حديث حسن. (جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۸۰
کتاب الدعوات)

محدث ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ”کتاب الصلوة“ فصل فی القنوت“
کے تحت ”ذکر ما يستحب للمرء ان يسأل تعالى في عقب الصلوة“ کے
عنوان سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔ (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۳۷۲ مجلس عملی
سراجی بحوالہ تحفة المطلوبہ ص ۱۲)

اس روایت کی ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزهد
میں یہ الفاظ ہیں۔
حدیث:

عن عبدالعزيز بن ابي رواد قال
حدثني علقمه بن مرشد و
اسماعيل بن اميه ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان اذا
فرغ من صلوته رفع يديه
وضمهما وقال: رب اغفر لي
ما قدمت وما اخرت وما اسررت
وما اعلنت وما اسرفت وما انت
اعلم به مني. انت المقدم و انت
المؤخر لا اله الا انت لك

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ
ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور
دونوں کو ملاتے اور یہ دعا مانگتے تھے۔
رب اغفر لي الخ۔ (کتاب الزهد
والرفائق ص ۴۰۵)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
یہلل بہن دبر کل صلاة. یہ کلمات تہلیل ہر (فرض) نماز کے بعد
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸) پڑھتے تھے۔

مشکوٰۃ شریف میں اسی حدیث میں راوی کا بیان ہے۔

كان اذا سلم من صلاته يقول بصوته الاعلى. (رواه مسلم)
علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

رجالہ ثقات۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(اعلا السنن ج ۳ ص ۲۰۳۔ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۵ باب الذکر بعد الصلوة)

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

”دبر کل صلاة مفروضة“ (التحفة: ۲۳ بحوالہ التحفة المطلوبہ ص ۱۱)

الشیخ علامہ خلیل احمد سہارنپوری اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ (بذل الجود ج ۲ ص ۳۵۷)
حضرت علیؑ کی روایت فرض نماز کے بعد دعا:

حدیث:-

عن علي ابن ابي طالب قال
كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم اذا سلم من
الصلوة قال. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي
مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا
أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا
أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ
مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ. (سنن ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب
نماز سے سلام پھیرتے تو اس طرح دعا
کرتے تھے۔ اللهم اغفر لي الخ اے
اللہ! مجھے بخش دے جو میں نے پہلے گناہ
کئے اور جو بعد میں کئے اور جو میں نے
پوشیدہ کئے اور جو میں نے اعلانیہ کئے اور
جو میں نے حد سے تجاوز کی اور جسے تو مجھ
سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے کرنے

الملك ولك الحمد.

حدیث:

عن البراء انه صلى الله عليه وسلم كان يقول بعد الصلاة: رب قني عذابك يوم تبعث عبادك.

سلام کے بعد کلام سے پہلے دعا:

حدیث:

عن مسلم بن الحارث التميمي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه اسر اليه فقال اذا انصرفت من صلاة المغرب فقل (وزاد في رواية قبل: ان تكلم أحدا) اللَّهُمَّ اجْرِنِي مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَإِذَا صَلَّيْتُ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذَلِكَ

علامہ ظفر احمد عثمانی مذکورہ تینوں روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔
”حضرت علیؓ اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے اور تیسری روایت جو مسلم بن حارث سے مروی ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا حکم ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کی جائے۔

(اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۴)

آپ ہمیشہ فرض کے بعد دعا کرتے تھے:

حدیث:

عن ابو امامة قال مادنوت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في دبر كل صلاة مكتوبة ولا تطوع الا سمعته يقول: اللهم اغفر لي ذنوبي وخطاياي كلها. اللهم انعشني واجبرني واهدني لصالح الاعمال والاخلاق، انه لا يهدي لصالحها ولا يصرف سيئها الا انت. (عمل اليوم والليلة ابن سني ص ۱۰۴)

علامہ پیشمی فرماتے ہیں:

رجال رجال الصحيح غير الزبير بن خريق وهو ثقة.

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۲)

علامہ پیشمی نے طبرانی صغیر کے حوالہ سے یہ دعائیہ کلمات حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی بیان کئے ہیں۔
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما صليت خلف نبينكم صلى الله عليه وسلم الا سمعته يقول حين ينصرف: اللهم انعشني

میں نے جب بھی رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں کی طرف رخ کر کے

واجبرنی واهدنی لصالح
الاعمال والاخلاق. انه لا یهدی
لصالحها ولا یصرف سینها الا
انت. قال الهیثمی: اسنادہ جید.

حدیث:

عن عبدالرحمن بن غنم عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه
قال قبل ان ینصرف ویشی
رجله عن صلاة المغرب
والصبح، لا اله الا اللہ وحده
لا شریک له، له الملك وله
الحمد بیده الخیر، یحیی
ویمیت وهو علی کل شیئ
قدیر عشر مرآة کتب له بكل
واحدة عشر حسنات و
محیت عنه عشر سیئات
ورفع له عشر درجات
وکانت حرزا من کل مکروه
وحرزا من الشیطان الرجیم
ولم یحل لذنوب یدرکه الا
الشرك فکان من أفضل
الناس عملا الا رجلا یفضله
یقول أفضل مما قال.

یہ دعا پڑھتے سنا۔ اللہم اغفر لی
الخرہ۔
(مجمع الروائد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبدالرحمن بن غنم رسول اللہ ﷺ
کا ارشاد بیان کرتے ہیں۔ آپ نے
فرمایا: جس آدمی نے نماز سے اپنا رخ
پھیرنے سے پہلے اور اپنا پاؤں دہرا
رکھتے ہوئے نماز مغرب اور نماز فجر کے
بعد یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے۔ لا اله الا
اللہ وحده لا شریک له الخ تو اللہ
تعالیٰ اسے ہر کلمہ کے سبب جو اس نے ان
کلمات سے پڑھا۔ دس نیکیاں لکھیں گے
اور اس کے دس گناہ مٹائیں گے اور اس
کے دس درجے بلند کریں گے۔ اور وہ ان
دس ناپسندیدہ امور اور شیطان سے حفاظت
میں رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک
کے علاوہ اسے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا
سکے گا۔ اور تمام لوگوں میں وہ ممتاز اور
افضل شمار ہوگا البتہ اگر کسی شخص نے اس
سے بھی کوئی عمدہ عمل ادا کیا۔ (مسند امام احمد
ج ۳ ص ۲۲۷ طبرانی کبیر ج ۲۰ ص ۶۵)

امام منذری اس روایت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

”ورجالہ رجال الصحیح...
وقد روی هذا الحدیث عن
جماعة من الصحابة رضی
اللہ عنہم“

حدیث:

عن زید بن ارقم قال سمعت
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقول دبر صلاتہ اللہم ربنا و
رب کل شیئ انا شہید
انک انت الرب وحدک
لا شریک لک. الخ
طویل ذکر ودعا:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز
کے بعد یہ طویل دعا مانگتے تھے۔
(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰ باب یقول الرجل
اذا سلم)

عن انس قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لان اقعده مع قوم یذکرون
اللہ من صلاة الغداة حتی
تطلع الشمس احب الی من
ان اعتق اربعة من ولد
اسمعیل. ولان اقعده مع قوم
یذکرون اللہ من صلاة
العصر الی ان تغرب
الشمس احب الی من ان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ نماز فجر
سے طلوع آفتاب تک بیٹھنا مجھے اس
بات سے زیادہ محبوب ہے کہ اولاد
اسماعیل میں سے چار غلاموں کو آزاد
کروں۔ اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کے
ساتھ نماز عصر سے غروب آفتاب تک
بیٹھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ
چار غلاموں کو آزاد کر دوں۔ (سنن)

اعتق اربعة.

ابوداؤد ج ۲ ص ۷۹ کتاب العلم)

علامہ علی بن سلطان القاری ارشاد فرماتے ہیں:

قال قاضی دل حدیث انس
ای الاتی علی استحباب
الذکر و فضله بعد صلاة
الصبح وبعد العصر الی
الطلوع والغروب.

قاضی نے فرمایا: حضرت انسؓ کی حدیث
دلالت کرتی ہے کہ نماز فجر سے طلوع
آفتاب تک اور نماز عصر سے غروب
آفتاب تک ذکر و دعا میں مشغول رہنا
مستحب اور افضل ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ذکر
اور دعا میں مشغول ہونا چاہیے اور کبھی
سلام پھرنے کے بعد اٹھ جانا چاہیے

قال ابن حجر ای کان یفعله
فی بعض الاحیان و فی
بعضها کان یقوم عقب
سلامه. (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۵۷)

حدیث:

جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر
ہمارے طرف رخ پھیر لیتے تو یہ دعا
پڑھتے تھے اللهم انی الخ۔ (رواہ البیہاق
و ابو یعلی۔ السعایہ ج ۲ ص ۲۰۷)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بنا الا قال حین اقبل علینا
بوجهہ. اللهم انی اعوذ بک من
کل عمل یخزینی و اعوذ بک من
کل صاحب یردینی. و اعوذ بک
من کل فقر ینسینی و اعوذ بک
من کل غنی یطغی سنی.

عن ابی زر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال من قال فی دبر صلاة الفجر وهو ثانی رجلیہ قبل ان
یتکلم لا اله الا اللہ وحده لا شرک له له الملك وله

الحمد، یحی و یمیت وهو علی کل شیء قدير. عشر مرات
کتب اللہ له عشر حسنات، محاسبه عنه عشر سيئات و رفع له
عشر درجات، و کان یومہ ذلک کله فی حوز من کل مکروه و
حرس من الشیطان، ولم ینبغ لذنب ان یدرکہ فی ذلک الیوم
الا الشکر باللہ تعالیٰ. (ترمذی ج ۲ ص ۱۸۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں: هذا حدیث حسن صحیح غریب (ترمذی ج ۲
ص ۱۸۵) امام منذری فرماتے ہیں کہ امام نسائی نے بھی یہ حدیث حضرت معاذ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے۔

من قالهن حین ینصرف من صلاة العصر اعطی مثل ذلک فی
لیلته. (الترغیب ج ۱ ص ۳۰۳)

قبلہ رخ بیٹھ کر دعا:

علامہ ظفر احمد عثمانی حضرت ابو زر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ روایت کی
وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گذشتہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے کہ نماز
فجر اور نماز عصر کے بعد طویل ذکر مستحب ہے اور اس حدیث ابو زر سے
بھی یہ دلالت ہوتی ہے کہ امام اور مقتدی قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر میں مشغول
رہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ من قال فی دبر صلاة
الفجر وهو ثانی رجلیہ الخ۔ یہ ارشاد ہر کسی کے لئے عام ہے۔ اور ظاہر
ہے کہ ذکر اور دعا دونوں اس میں شامل ہیں۔

پھر جب قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر کرنا افضل ہے تو قبلہ رخ بیٹھ کر دعا کرنا اس سے
زیادہ افضلیت رکھتی ہے کیونکہ الدعاء هو العبادۃ. دعا تو عبادت ہے۔

قلت والحاصل ان ماجری میں کہتا ہوں کہ ہمارے (برصغیر کے)
به العرف فی دیارنا من ان شہروں میں یہ جو معروف عادت ہے کہ

الامام يدعو في دبر بعض الصلوات مستقبلاً للقبلة، ليس ببدعة بل له اصل في السنة.

فرض نمازوں کے بعد قبلہ رو ہو کر امام دعا مانگتا ہے۔ یہ دعا بدعت نہیں بلکہ یہ دعائت سے ثابت ہے۔ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۹)

نماز فجر، عصر کے بعد خاص دعا:

عن ابی امامة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال دبر صلاة الغداة لا اله الا اللہ وحده لا شریک له، له الملك، وله الحمد یحیی و یمیت یدہ الخیر، وهو علی کل شیء قدير. مائة مرة. قبل ان یشئ رجله کان یومئذ من افضل اهل الارض عملاً الا من قال مثل ما قال اوزاد علی ما قال.

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے بعد پاؤں مبارک موڑنے سے پہلے یہ دعا مانگتے تھے۔ لا اله الا اللہ الخ۔ (طبرانی کبیر ج ۸ ص ۲۸۰ حدیث ۸۰۷۵)

امام منذری فرماتے ہیں۔

رواه طبرانی فی الاوسط باسناد جيد: و رواه فیہ: و رواه فی

الکبیر ایضاً من حدیث ابی الدرداء (الترغیب ج ۱ ص ۲۰۶)

عن ابی درداء رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال بعد صلاة الصبح وهو ثان

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص

رجليه قبل ان يتكلم لا اله الا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد یحیی و یمیت یدہ الخیر وهو علی کل شیء قدير. عشر مرات. كتب اللہ له بكل مرة عشر حسنات ومحاسنه عشر سيئات. ورفع له عشر درجات. و کن له فی یومه ذلک حرزا من کل مکروه. و حرساً من الشيطان الرجیم. و کان له بكل مرة عتق رقبة من ولد اسماعیل. ثمن کل رقبة اثنا عشر الفاً. ولم یلحقه یومئذ ذنب الا الشریک باللہ و من قال ذلک بعد صلاة المغرب کان له مثل ذنک.

نماز فجر کے بعد پاؤں موڑنے اور کلام کرنے سے پہلے یہ دعا مانگے۔ لا اله الا اللہ وحده لا شریک له الخ۔

حضرت کعب بن حجرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال معقبات لا یخیب قائلهن او فاعلهن دبر کل صلوة مکتوبة، ثلاثا و ثلاثین تسیحة و ثلاثا و ثلاثین تحمیدة و اربعا ثلاثین تکبیرة

حضرت کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دعائیں اور اذکار آگے پیچھے آنے والی ہیں۔ فرض نمازوں کے بعد ان کو پڑھنے والا کبھی نامراد نہیں ہوگا۔ ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۹)

حدیث:

عن کعب بن حجرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال معقبات لا یخیب قائلهن او فاعلهن دبر کل صلوة مکتوبة، ثلاثا و ثلاثین تسیحة و ثلاثا و ثلاثین تحمیدة و اربعا ثلاثین تکبیرة

حضرت کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دعائیں اور اذکار آگے پیچھے آنے والی ہیں۔ فرض نمازوں کے بعد ان کو پڑھنے والا کبھی نامراد نہیں ہوگا۔ ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۹)

ثم يقوم فيصلي ركعتين ثم
يستغفر الله. الا غفر الله له.
ثم قراهذه الاية: وَالَّذِينَ إِذَا
فَعَلُوا فَاخِشَةً أَوْ ظَلَمُوا
أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ
فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ.
(مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۰۹)

بحر العلوم علامہ عبدالحی لکھنوی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

فظاهر الاخبار المذكورة تعقيب المكتوبة بالذكر من غير فصل

يؤيده ما رواه ابو داؤد وغيره عن الازرق (سعايه ج ۲ ص ۲۶۱)

حدیث:

عن الازرق بن قيس قال
صلى بنا امام لنا يكنى ابار
مثة فقال صليت هذه الصلوة
او مثل هذه الصلوة مع النبي
صلى الله عليه وسلم قال
وكان ابوبكر و عمر يقومان
في الصف المقدم عن يمينه
وكان رجلاً قد شهد
الكتيبة الاولى من الصلوة
فصلى نبي الله صلى الله
عليه وسلم ثم سلم عن يمينه
و عن يساره حتى رأينا بياض
خديه ثم انفتل كانفтал ابى

ازرق بن قيس بیان کرتے ہیں کہ ہمارے
ایک امام جن کی کنیت ابو رمثہ تھی، ہمیں
نماز پڑھائی، پھر انہوں نے کہا کہ میں نے
یہی نماز یا اس جیسی نماز رسول اللہ ﷺ
کے ساتھ پڑھی تھی اس نے کہا حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلی
صف میں حضور ﷺ کے دائیں ہاتھ
کھڑے ہوتے تھے اور ایک آدمی نماز کی
پہلی تکبیر میں حاضر تھا۔ پس اللہ کے نبی
نے نماز پڑھائی پھر اپنے دائیں اور بائیں
طرف سلام پھیرا۔ حتیٰ کہ ہم نے آپ کے
رخساروں کی سفیدی دیکھ لی۔ پھر
حضور ﷺ نے منہ مبارک پھیرا۔ جس

حدیث:

ام المومنین سیده ام سلمہ
رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا يقول اذا صلى الصبح
حين يسلم اللهم انى اسالك
علماً نافعاً ورزقاً واسعاً و
عملاً متقبلاً.
رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ کر
سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔
اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم
وسیع رزق اور مقبول عمل کا طلبگار
ہوں۔ (مسند امام احمد ج ۶ ص ۳۰۵)

فرائض کے بعد دعا کی فضیلت:

حضرت جعفر صادق سے روایت ہے:

الدعاء بعد المكتوبة افضل
من الدعاء بعد النافلة.
كفضل المكتوبة على
النافلة.
فرض نماز کے بعد دعا زیادہ افضل ہے
نفل نماز کے بعد کی دعاء سے جس طرح
فرض نماز کی فضیلت نوافل پر بڑھ کر
ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۳)

علامہ ظفر احمد عثمانی نے اس روایت کو طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

(فتح الملہم ج ۲ ص ۱۷۵)

حدیث:

عن اسماً بن الحكم قال:
سمعت علياً رضي الله تعالى
عنه: قال حدثني ابوبكر و
صدق ابوبكر انه قال
سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول: ما من عبد
يذنب ذنباً فيحسن الطهور
سيدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوبکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔
اور حضرت ابوبکر نے سچ فرمایا: کہا میں
نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔
جب کوئی بندہ گناہ کرے۔ پھر اچھی
طرح وضو کر کے کھڑا ہو اور دو رکعت

رمثة یعنی نفسہ فقام الرجل الذی ادرك معه الكبيرة الاولى من الصلوة یشفع فوثب الیه عمر فاخذ بمنکبه فهزه ثم قال اجلس فان لم یهلك اهل الكتاب الا انهم لم یکن بین صلوتهم فصل فرفع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصره وقال اصاب اللہ بک یا ابن الخطاب. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۱ کتاب الصلوة)

طرح ابو رمثہ نے پھیرا ہے۔ یعنی وہ خود۔ پس وہ آدمی اٹھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کی پہلی تکبیر پائی تھی۔ تاکہ دو نفل پڑھے۔ پس حضرت عمرؓ تیزی سے اس کی طرف لپکے اس کا کندھا پکڑ کر اسے ہلایا۔ پھر کہا بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ اہل کتاب اسی وجہ سے برباد ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ ہوتا تھا، حضور نبی کریم ﷺ نے نگاہ اٹھائی اور ارشاد فرمایا۔ اے خطاب کے بیٹے اللہ نے تجھ سے درست کام کرایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نماز اور سنتوں کے درمیان وقفہ ضرور ہونا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد دعائے مانگتے اور پھر سنتیں ادا فرماتے تھے۔

فرائض کے بعد دعا کا حکم:

حدیث:

عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بیدہ و قال یا معاذ واللہ انی لاجبک واللہ انی لاجبک فقال اوصیک یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلوة تقول: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حَسَنِ عِبَادَتِكَ. (ابوداؤد ج ۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام کر ارشاد فرمایا: اے معاذ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعائے مانگتے رہنا اور اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ اَللّٰهُمَّ

ص ۱۵۱ کتاب الصلوة باب الاستغفار

اَعِنِّيْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حَسَنِ عِبَادَتِكَ.

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ابن حبان نے اپنی صحیح اور حاکم نیشاپوری نے مستدرک ج ۳ ص ۲۷۳ میں مذکورہ حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۳)

مستدرک اور مسند امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقلت له بابی و امی یا رسول و انا واللہ احبک. (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۷۳ کتاب معرفة الصحابة مسند ج ۵ ص ۲۴۵، ۲۴۷)

علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں: رواہ احمد بسند قوی.

(اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۷)

علامہ زبیلی فرماتے ہیں: قال نووی فی الخلاصة. اسنادہ صحیح (نصب الراية ج ۲ ص ۲۳۵ طبع لاہور)

دُبُرُ صَلَوةٍ كَامِصِدَاقٍ:

نماز کے بعد ماثورہ دعاؤوں اور اذکار والی احادیث میں لفظ ”دبر صلوة“

”خلف کل صلوة“ اور ”اثر کل صلوة“ وارد ہوا ہے جس کی مراد میں محدثین اور فقہاء کرام کے اقوال مختلف ہیں جنہیں قدر اختصار سے بیان کیا جاتا ہے۔

فقہہ جلیل علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی فرماتے ہیں:

فی دبر کل صلوة. یشتمل الفرض والنفل، لکن حملہ اکثر العلماء علی الفرض، فانہ ورد فی حدیث کعب بن عجرة عند مسلم التقیید بالمکتوبة. (مراقی الفلاح ص ۱۷۲)

نماز کے بعد کا لفظ نماز فرض اور نفل دونوں پر مشتمل ہے۔ لیکن اکثر علماء نے اس سے فرض نماز مراد لی ہے چنانچہ کعب بن عجرہ کی روایت جسے امام مسلم نے بیان کیا ہے۔ اس میں فرض نماز کی صراحت پائی جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

والمراد به بعد السلام اجماعاً. اس سے مراد سلام کے بعد ہی ہے اور

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۳) اس پر علماء کا اجماع ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ. بخاری شریف کی کتاب الدعوات میں ”دبر کل صلاة“ آیا ہے اور ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ”اثر کل صلاة“ مروی ہے۔ ممکن ہے کہ ”دبر“ یہ لفظ ”خلف“ کی تفسیر ہو۔ اور لفظ ”صلوة“ فرض اور نفل دونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن اکثر علماء نے ”صلوة“ کا اطلاق فرض نماز پر کیا ہے۔ کیونکہ حضرت کعب بن عجرہ کی روایت جو امام مسلم نے بیان کی ہے۔ اس میں ”بالمكتوبة“ کی قید پائی جاتی ہے۔ گویا کہ مطلق کو مقید پر حمل کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۲۸) اور یہی قول علامہ بدر الدین عینی نے اختیار فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو: عمدة

القاری ج ۶ ص ۱۳۰۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

اور اس صورت میں تمام احادیث جن میں دبر الصلوات المكتوبات کا لفظ ہے اور وہ احادیث جن میں اذا سلم یا اذا انصرف کا لفظ ہے۔ ان سے یہی مراد لینا بہتر ہے کہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے۔ اور ان کی وہ تاویل جو علامہ ابن الہمام نے کی ہے بالکل غیر ضروری ہے اور اسی وجہ سے علامہ طحاوی علامہ حلبی اور دوسرے محققین حنفیہ نے اسے پسند نہ کیا اور اذکار ماثورہ کی معتبر روایتوں کو اللہم انت السلام الخ والی روایت کے ساتھ غیر معارض اور غیر منافی قرار دے کر ان کے پڑھنے کی اجازت دی۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۳۲۵)

توقف کی مقدار

ام المؤمنین کی روایت:

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت يا ذا الجلال والاكرام.

ابن حجر کی حکیمانہ توجیہ:

علامہ ابن حجر عسقلانی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ”لم يقعد الا مقدار ما يقول“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والجواب ان المراد بالنفی المذكور نفی استمراره جالساً علی ہیئته قبل السلام الا مقدار ما ذکر فقد ثبت انه كان اذا صلی اقبل علی اصحابه. (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۳ کتاب الدعوات)

ص ۱۳۳ کتاب الدعوات)

علامہ ابن حجر کی اس توجیہ کی تائید گذشتہ متعدد روایات سے ہوتی ہے اور

بوجہہ فیاتی بالاذکار جانہ مڑ جاتے تھے یا لوگوں کی طرف
لثلا یظن الظان ان الذاکار رخ فرما لیتے تھے۔ تاکہ کسی کو یہ گمان نہ
من الصلوٰۃ. (حجۃ اللہ البالغۃ ہو کہ اذکار و ادعیہ بھی نماز میں داخل
ج ۲ ص ۳۱) ہیں۔

علامہ ابن قیم کی تائید:

اس سے زیادہ حیرت افزا اور تعجب انگیز تصریح علامہ ابن قیم کی ہے۔ جنہیں
ایک طرف فرض نماز کے بعد متصل دعا کی مشروعیت ہی کا انکار ہے۔ اور دوسری
طرف اس کے مسنون ہونے کی توجیہ فرما رہے ہیں۔ موصوف رقمطراز ہیں۔

کان صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو
اذا سلم. استغفر ثلاثا. و کر سلام پھیرتے تو تین بار استغفار
قال اللهم انت السلام الخ پڑھتے اور اللهم انت السلام الخ والی
ولم یمکث مستقبل القبلة دعا پڑھنے کے بقدر قبلہ رو بیٹھتے پھر فوراً
الا مقدار ما یقول ذلک. نمازیوں کی طرف رخ پھیر لیتے۔ کبھی
بل یسرع الانفتال الی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔
المأمومین وکان یتنفل عن (زاد المعاد ج ۱ ص ۲۹۵)

یمینہ و عن یسارہ.

علامہ موصوف نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت عائشہ کی مراد فرض نماز کے سلام
کے بعد سابقہ ہیئت پر قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے کی مقدار کو بیان کرنا ہے نہ کہ اس کے علاوہ دیگر
مسنون دعائیں پڑھنے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد ج
ص ۲۹۷ پر ان دعاؤں کو بھی بیان کیا ہے جو فرض نماز کے بعد پڑھنا مسنون ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں حضور
اقدس ﷺ کا نماز کے بعد اللهم انت السلام کی مقدار توقف کرنے کا ذکر ہے۔
لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس دعا کا پڑھنا لازم ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور

حضرت سمرہ بن جندب کی روایت بھی صریح الدلالت ہے۔

عن سمرة بن جندب قال رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز سے فارغ
کان النبی صلی اللہ علیہ ہوتے تو ہماری طرف رخ پھیر لیتے۔
وسلم اذا صلی صلوٰۃ اقبل (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷ باب
علینا بوجہہ. یستقبل الامام الناس اذا سلم)

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں:

کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احببنا ان
نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجہہ. قال سمعت یقول: رب قنی
عذابک یوم تبعث عبادک. (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۷)

علامہ عسقلانی کی تصریح اور مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ام
المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد ”اللهم انت السلام“ کے
علاوہ کسی اور دعا پڑھنے کی نفی کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپ سلام پھیر کر
نماز کے بعد قبلہ رخ ہو کر بس اتنی دیر بیٹھتے جتنی دیر ”اللهم انت السلام“ پڑھا جا
سکے۔ اور پھر آپ نمازیوں کی طرف رخ فرما کر دعا مانگتے۔

امام الہند کی توجیہ:

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی یہی توجیہ فرمائی ہے:

اما قول عائشہ کان اذا سلم رہا حضرت عائشہ کا یہ قول کہ جب آپ
لم یقعد الا مقدار ما یقول سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ نہیں
اللهم انت السلام فیحتمل بیٹھتے تھے کہ اللهم انت السلام الخ
وجوہا منها انہ کان لا یقعد پڑھیں۔ تو اس قول کے کئی احتمالات
بہیئة الصلوٰۃ الا هذا ہیں۔ من جملہ ان میں سے ایک یہ ہے
المقدار ولكنہ کان یتیامن کہ آپ نماز کی ہیئت پر اس مقدار سے
او یتیسر او یقبل علی القوم زیادہ نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ دائیں یا بائیں

لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو
على كل شيء قدير. ولا حول ولا قوة الا بالله، ولا نعبد الا اياه
له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن، لا اله الا الله، مخلصين
له الدين ولو كره الكفرون.

اور حضرت عائشہ کی روایت کا ان حدیثوں کے مخالف نہ ہونا اس لئے
ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں مقدار سے مراد تقریبی اور تخمینہ مقدار
ہے حقیقی نہیں۔ (کبیری شرح منیہ ص ۳۲۲)

امام ابن ہمام کی رائے گرامی:

امام ابن الہمام المتونی ۸۶۱ھ مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ومقتضى العبارة حينئذ ان
السنة ان يفصل بذكر قدر
ذلك. وذلك يكون
تقريباً فقد يزيد قليلاً و قد
ينقص قليلاً. (فتح القدير ج ۱
ص ۳۸۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کی روایت کا مقتضی یہ ہے کہ فرض و سنت
میں فاصلہ کیا جائے۔ کسی ذکر و دعا کے
ساتھ جو بمقدار اللهم انت السلام الخ
کے ہو۔ اور یہ مساوات تقریبی ہے۔
پس کبھی اس سے کم ہو جائے اور کبھی
زیادہ ہو جائے تو مضا لفقہ نہیں۔

صاحب مراقی الفلاح نے علامہ ابن ہمام کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا:

قلت ولعل المراد غير
مائت ايضا بعد المغرب
وهو ثمان رجله لا اله الا الله
الخ عشرا وبعد الجمعة من
قراءة الفاتحة والمعوذات

میں کہتا ہوں کہ غالباً علامہ کی مراد یہ ہے
کہ اللهم انت السلام کی طرح اور جو
ذکر ثابت ہے وہ بھی سنتوں سے پہلے
پڑھنا مستحب ہے جیسے کہ ایک حدیث میں
نماز مغرب کے بعد اسی طرح بیٹھے ہوئے

دعا پڑھنا مکروہ، ممنوع یا خلاف سنت ہے۔ کیونکہ اس روایت میں اتنی مقدار کی
تصریح ہے۔ لیکن بالخصوص ان ہی الفاظ کی تصریح ہرگز نہیں ہے۔

اور ام المؤمنین کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس دعا یعنی اللهم انت السلام کی
حقیقی مقدار کے مساوی اور برابر ہونا شرط ہے۔ بلکہ اس سے تقریبی مساوات مراد
ہے، یعنی امام خواہ اللهم انت السلام پڑھے یا کوئی اور دعا جو تقریباً اس کے مساوی
ہو۔ یا اللهم انت السلام کے ساتھ کوئی چھوٹی اور دعا میں جو احادیث میں
وارد ہوئی ہیں وہ بھی پڑھ لے۔ یہ سب بلا کراہیت جائز ہے۔

علامہ حلبی کی توضیح:

چنانچہ علامہ حلبی شرح منیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار کہ اللهم انت السلام
الخ پڑھیں۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ خاص
یہ ہی دعا پڑھتے تھے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے جس میں یہ
دعا یا اتنا ہی کوئی اور ذکر پڑھا جاسکے۔ اور اس سے بھی تقریبی مقدار مراد
ہے اور اس صورت میں حضرت عائشہ کی یہ روایت اس حدیث کے مخالف
نہ ہوگی۔ جو بخاری اور مسلم میں مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول
اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو
على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما
منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد.

اور اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت اس روایت
کے خلاف نہ ہوگی جو صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے
کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو باواز بلند یہ دعا پڑھتے۔

سبعاً سبعاً. (مراقی الفلاح ص ۱۷۰)
 لا اله الا الله الخ دس مرتبہ پڑھنا ثابت ہے اور دوسری حدیث میں نماز کے بعد سنتوں سے پہلے سورہ فاتحہ اور معوذات سات سات مرتبہ پڑھنا ثابت ہے۔ اتنی پس صاحب مراقی الفلاح کی اس تصریح سے ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک فرض نماز کے سلام کے بعد اللهم انت السلام کے علاوہ اور اذکار ثابتہ ماثورہ پڑھنا بھی جائز ہے اور ان کی وجہ سے جو تاخیر اداء سنت میں ہوگی وہ تاخیر مکروہ یا خلاف اولیٰ نہیں ہے۔

علامہ طحاوی کی تصریح:

اس پر مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید احمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمایا:
 و فی روایۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد الا مقدار ما یقول اللهم انت السلام الخ وہی تفید کالذی ذکرہ المؤلف انہ لیس المراد انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یقعد ما نایسع ذلک المقدار ونحوہ من القول تقریباً۔ (حاشیہ طحطاوی برمراقی الفلاح ص ۱۷۱)
 یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار جس میں اللهم انت السلام پڑھ سکیں۔ یہ روایت یہی بتلاتی ہے جو مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضور اللہم انت السلام ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ اس میں اللهم انت السلام یا اسی کی تقریبی مقدار کا اور کوئی ذکر پڑھا جاسکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ طحاوی کے نزدیک حضرت عائشہ کی روایت سے یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور انور ﷺ ہر فرض نماز کے بعد ضرور اللهم انت السلام

پڑھتے تھے بلکہ اتنی مقدار کا ذکر پڑھتے تھے خواہ یہی پڑھتے ہوں یا اور کوئی ذکر و دعا۔
 محدث دہلوی کی تصویب:
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

باید دانست کہ تقدیم روایت منافی نسبت، کہ درباب بعض ادعیہ و اذکار در حدیث واقع شدہ است۔ صرح بہ الشیخ ابن الہمام و تعجیل قیام نسبت مغرب منافی نسبت۔ مرخواندن آیۃ الکرسی و امثال آنرا۔ چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار لا اله الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیدر۔

معلوم ہونا چاہئے کہ بعض احادیث میں اذکار اور دعاؤں کا ذکر آیا ہے۔ انہیں سنتوں سے پہلے پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ شیخ ابن ہمام نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ اسی طرح نماز مغرب کے بعد آیت الکرسی یا اسی طرح کوئی اور ورد یا دعا پڑھنا سنتوں کے لیے جلدی اٹھنے کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد لا اله الا اللہ الخ دس مرتبہ پڑھی جائے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۱۸)

فصل دور کعت کے برابر جائز ہے:

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی فقہت و ثقاہت مسلم اور ان کا قول ”قول فیصل“ کی حیثیت کا حامل ہوتا ہے اور بقول محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری ”و شیخ مشائخنا رشید احمد الکنکوہی قدس سرہ افقہ عندی من الشامی“ ترجمہ: میرے نزدیک شیخ المشائخ رشید احمد گنگوہی قدس سرہ علامہ شامی سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۴۱)

چنانچہ محدث گنگوہی ارشاد فرماتے ہیں:

قد تاهت العلماء بحديث عائشة هذا فاضطروا الى تاويلات فيما ورد انه صلى الله عليه وسلم كان يقول ازيد من هذا وحكموا ان الزيادة على هذا المقدار في الجلوس بعد الفريضة قبل اداء السنن لا تجوز الا ان بعضهم لما تنبه على صحة الروايات المثبتة للزيادة في الجلوس قال لا تجوز الزيادة في الجلوس على مقدار الركعتين وهذا هو القول النجيج الذي لا يتعدى عن الحق الصريح فان حديث عائشة يمكن ان يقال فيه ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول هذه الكلمات احيانا فاتفقت الروايات و كل ماورد عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان بقولها بعد الصلوة لا يتعدى عن مقدار الركعتين.

ام المؤمنين سيدة عائشة صديقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کی وجہ سے علماء سوچ میں پڑ گئے اور اسی وجہ سے ان روایات میں مختلف تاویلات کرنے لگے۔ جن میں اس مقدار سے زیادہ دیر تک بیٹھنا بیان ہوا ہے۔ اور یہ فیصلہ طے پایا کہ فرض نماز کے بعد اللہم انت السلام الخ سے زیادہ دیر بیٹھنا جائز نہیں لیکن ان میں سے بعض کو جب ان صحیح احادیث پر تنبیہ ہو جن میں اللہم انت السلام الخ کے علاوہ اور بھی اذکار و ادعیہ مذکور ہیں تو انہوں نے یہ طے کیا کہ فرائض کے بعد سنن سے پہلے دو رکعت کی مقدار سے زیادہ بیٹھنا جائز نہیں اور یہ نہایت کامیاب اور صحیح قول ہے کیونکہ اسی وجہ سے روایات میں تطبیق کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

(اکو کب الدرہ ج ۱ ص ۱۴۰، ۱۴۱)

تجزیہ:- مفتی ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں ان عبارتوں سے یہ امور بصراحت ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فقہاء کی عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرضوں کے بعد اور سنتوں سے پہلے بالتخصیص اللہم انت السلام و منک السلام الخ ہی پڑھنا چاہئے، بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا بھی ہو جائز ہے۔

(۲) مقدار سے مراد بھی تقریبی اور تخمینہ مقدار ہے۔ جس میں تھوڑی سی کمی و بیشی کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۳) علامہ حلبی کی شرح مدیہ کی عبارت اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اشعة اللمعات کی عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدير. ولا حول ولا قوة الا باللہ ولا نعبد الا اياه. لہ النعمة ولہ الفضل ولہ الشاء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکفرون. یا دوسری دعا جو مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں ہے۔ یا آیتہ الکرسی یا لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدير. دس بار۔ یہ سب اس تقریبی مقدار میں داخل ہیں۔ اور اتنی بڑی دعائیں پڑھنے سے سنتوں کی تعجیل کے حکم کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ (الفانس المرغوبہ ص ۲۳، ۲۴)

فرض نماز کے بعد استغفار:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین دفعہ کلمہ استغفار پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور اس کے بعد کہتے: اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ

وَالْإِكْرَامِ. (رواه مسلم ج ۱ ص ۲۱۸)

وَالْإِكْرَامِ - اے اللہ! تو ہی سالم ہے (اور محفوظ و منزہ ہے ہر عیب و نقص سے) حوادث و آفات سے ہر قسم کے تغیر و زوال سے) اور تیری ہی طرف سے اور تیرے ہی ہاتھ میں ہے سلامتی (جس کے لئے چاہے اور جب چاہے سلامتی کا فیصلہ کرے اور جس کے لئے نہ چاہے نہ کرے) تو برکت والا ہے۔ اے بزرگی و برتری والے تعظیم و اکرام والے

استغفار کی کیفیت:

راوی حدیث حضرت اوزاعیؓ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد استغفار کس طرح کرتے تھے انہوں نے کہا آپ تین مرتبہ کہتے تھے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۸) امام حسن بن عمار الشربلی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نماز کے بعد تین دفعہ استغفار کرنے سے اس آدمی کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ میدان جنگ سے بھاگ گیا ہو۔ استغفار کے الفاظ یہ ہیں۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ اتُوبُ إِلَيْهِ.

(مراقی الفلاح شرح نور الايضاح ص ۱۷۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

و در بعض الروایات آمدہ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ استغفار است کہ مے گفت سه بار اس طرح پڑھی جائے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ اتُوبُ

اَلْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ اتُوبُ إِلَيْهِ. (اشعة اللمعات ج ۱ ص ۴۱۹) دعاء ماثورہ میں اضافہ:

جو دعائیں قرآن مجید اور احادیث کی پڑھی جائیں ان کے الفاظ میں کمی یا اضافہ جائز نہیں ہے۔ بعینہ وہی الفاظ ادا کئے جائیں نبی مکرم ﷺ نے کمی بیشی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک دعاء تعلیم فرمائی۔ جس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

اَمَنْتُ بِكِتَابِ الَّذِي اَنْزَلْتَ فِي اِيْمَانِ لِيَا اس کتاب پر جو تو نے اتاری اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تو نے مبعوث فرمایا۔

بعد میں کسی وقت رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے وہ دعاء سنی تو اس نے ”نیک“ کی جگہ ”برسولک“ پڑھا تو آپ نے اس سے کہا میں نے نیک بتایا تھا۔ لہذا نیک پڑھا جائے۔ (مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۹۳ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۸ کتاب ذکر جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷ کتاب الدعوات باب ماجاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشہ) بنا بریں جو دعاء نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ میں بھی اضافہ جائز نہیں۔

حدیث: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸)

علامہ علی بن سلطان القاری ارشاد فرماتے ہیں:

فرض نماز کے بعد مسنون دعاؤں میں اپنی طرف سے ان الفاظ کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے۔

جب کہ علامہ جزری فرماتے ہیں: وَمِنْكَ السَّلَامُ کے بعد مذکورہ الفاظ کی زیادتی کی گئی ہے۔ یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ بے اصل ہے اور واضعین کی ایجاد ہے۔

قال الشيخ الجزري في تصحيح المصباح واما مايزاد بعد قوله و منك السلام من نحو واليك يرجع السلام فحيننا ربنا بالسلام وادخلنا دارك دارالسلام فلا اصل له بل مختلق بعض القصاص . (مرقاة المصباح ج ٢ ص ٣٥٨ مكبة امداديه ملتان)

امام جزری کا یہ قول شرنبلالی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (مراقی الفلاح ص ١٧٠)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں اس حدیث میں استغفار کے بعد جو چھوٹی سی دعا حضرت ثعبانؓ نے رسول اللہ سے نقل کی ہے صحیح روایات میں صرف اتنی ہی وارد ہوئی ہے۔ یعنی اللهم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذالجلال والاكرام. عوام میں اس دعا کے اندر و منك السلام کے بعد جو اضافہ مشہور ہے۔ واليك يرجع السلام حيننا ربنا بالسلام وادخلنا الجنة دارالسلام. محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ بعد کا اضافہ ہے رسول اللہ سے یہ ثابت نہیں ہے۔ (معارف الحدیث ج ٣ ص ٣١٢)

مفتی ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی سے یہ سوال کیا گیا کہ دعا کے ان الفاظ میں اضافہ ممکن ہے یا نہیں۔ سوال اور جواب حسب ذیل مرقوم ہیں۔

سوال:- نماز کے بعد جو دعاء مسنون اللهم انت السلام میں جو جملہ حيننا ربنا بالسلام عوام پڑھا کرتے ہیں آنجناب کو معلوم ہے کہ حدیثوں میں اس دعا میں یہ جملہ نہیں ہے حيننا بمعنی احیننا ہمیں زندہ رکھ۔ لیتے ہیں کیا اس کا کوئی ثبوت جناب کی تحقیق میں کتب سنت سے ملتا ہے ثانیاً یا فی نفسہ اس قسم کا جملہ حيننا کے ساتھ بالسلام کا ہونا عربیت میں صحیح اور ثابت ہے؟

الجواب:- حيننا ربنا بالسلام روایاً تو ثابت نہیں مگر معنی اور عربیت کے لحاظ سے

غلط نہیں ہے۔

قال الفراء حيك الله و ابقاك الله.

وَ حَيْكَ اللَّهُ أَي مَلَكِكِ اللَّهُ وَ حَيَّاكَ اللَّهُ أَي سَلِمَهُ عَلَيْكَ
(اللسان العرب)

و فی موضع آخر یقال احیاء اللہ و حیاءہ بمعنی واحد.

اس تصریح سے ثابت ہوا کہ حینا ربنا بالسلام کے معنی احینا و ابقنا کے صحیح ہیں و فی المرتبة تحینی بالسلام اخر عمراخ (کفایت المفتی ج ٣ ص ٢٨٥) ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

نماز کے بعد یہ الفاظ ثابت ہیں:

اللهم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذالجلال

والاكرام. (کذا فی المشکوٰۃ ص ٨٨)

اگر لفظ و تعالیت بھی ملا دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسے مسنون اور ماثوراً اعتقاد نہ کرے۔ (کفایت المفتی ج ٣ ص ٢٨٦)

فرائض کے بعد آیت الکرسی:

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قرأ آية الكرسي دبر كل	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے
صلوة مكتوبة. لم يمنعه من	ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی تو
دخول الجنة الا الموت.	اسے جنت میں داخل ہونے میں موت
(معجم كبير طبرانی ج ٣	کے سوا کوئی چیز روک نہیں سکتی۔
ص ٨٤- الترغيب ج ٢ ص ٤٥٣)	

حدیث: حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی فرض
عليه وسلم من قرأ آية	نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو وہ

الكرسى في دبر الصلوة آدمي دوسری نماز پڑھنے تک اللہ کی
المكتوبة كان في ذمة الله حفاظت میں رہتا ہے۔ (الترغيب
الى الصلاة الاخرى. والترهيب ج ۲ ص ۴۵۳)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں:

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی اور آیت
شهد اللہ اور قل اللهم ملك الملك سے بغیر حساب تک پڑھا
کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرمائیں گے اور جنت میں
جگہ دیں گے اور اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے۔ جن میں کم
حاجت اس کی مغفرت ہے۔ (تفسیر معارف القرآن ج ۲ ص ۳۵)

معوذات کا ورد:

عن عقبه ابن عامر قال حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
امرني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اقرأ
بالمعوذات في دبر كل
صلوة. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۲ باب
الاستغفار)

ان تمام احادیث مبارکہ میں فرض نمازوں کے بعد مختلف اذکار اور دعاؤں کا
ذکر ہے۔ بعض صحیح الاسناد احادیث میں صراحتاً ”دبر كل صلوة مكتوبة“ کے الفاظ
ہیں۔ جن سے ”دعاء بعد المكتوبة“ کا ثبوت محتاج بیان نہیں۔ اور بعض احادیث
میں ”دبر كل صلاة“ کے الفاظ بھی دعاء بعض الفرائض ہی مراد ہے اور بعض
احادیث میں ”بعد ما سلم“ اور ”قبل ان يثنى رجله“ کی صراحت بھی اس بات کا
واضح اور غیر مبہم ثبوت ہے۔ کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کا سنت ہونا قولاً وفعلاً ثابت
ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام جو ان احادیث کے چشم دید راوی اور گواہ ہیں۔ جب
وہ بھی تصریح فرما رہے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے فرض نماز کے بعد سنتوں
سے پہلے یہ دعائیں مانگتے ہوئے سنی ہیں۔ تو پھر ہمیں اس کے تسلیم کرنے میں آخر
کون سی چیز رکاوٹ ہے۔

مذکورہ احادیث کے علاوہ بھی بے شمار دیگر صحیح احادیث بھی ہیں۔ جن کا ذکر
طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ ان واضح اور ٹھوس شواہد کے باوجود فرض نماز
کے بعد دعا کو بدعت یا حرام قرار دینا۔ بقول حضرت تھانوی یقیناً ”سخت جہالت
ہے۔“

عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا:

دعا میں ہاتھ اٹھانا اور اختتام دعا پر ہاتھ منہ پر پھیرنا رسول اللہ ﷺ سے
بتواتر ثابت ہے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے اور یہ عمل مسنون
مستحب اور مرغوب ہے۔

حدیث:

عن انس قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم
ان الله رحيم كريم يستحي
من عبد ان يرفع اليه يديه ثم
لا يضع فيهما خيرا.
(مسندك ج ۱ ص ۲۹۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ بے حد رحیم و کریم ہے، اس
بندے سے حیا کرتا ہے جو اس کی طرف
ہاتھ اٹھائے، پھر اس کے ہاتھوں میں
کوئی خیر عطا نہ کرے۔

حدیث:

عن سلمان ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال
ان الله حي كريم يستحي
حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: اللہ تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے، جب

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور فارغ ہو کر منہ پر پھیرنا سنت ہے۔

حدیث: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیه وسمح وجہہ بیدیه۔
رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور پھر دعاء کے بعد دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیر لیتے۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۹ باب

الدعا ابواب شہر رمضان)

حدیث: حضرت مالک بن یسار عوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا سألتم اللہ فاسئلوه ببطون اکفکم ولا تسألوه بظہورہا (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸ باب الدعاء ابواب شہر رمضان)

علامہ جزری بیان کرتے ہیں:

ان من آداب الدعاء رفع الیدین (حصن حصین ص ۱۱) بے شک ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں شامل ہے۔

حدیث: علامہ جلال الدین سیوطی، حضرت براء بن عازب سے روایت بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصابته شدة فدعا ورفع یدیه حتی یری بیاض ابطیہ۔ (فض الدعاء ص ۸۱) حضور اقدس ﷺ کو جب بھی کسی مشکل صورت حال کا سامنا ہوتا۔ تو آپ دعا میں مشغول ہو جاتے اور دعا کے لیے ہاتھوں کو اس قدر بلند کرتے کہ آپ

من عبد ان یسط الیہ یدیه ثم یردہما خائبین۔ (مسندک ج ۱ ص ۴۹۷) بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔

حدیث:

عن سلمان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رفع قوم اکفہم الی اللہ تعالیٰ یسألونہ شیاء الا کان حقاً علی اللہ ان یضع فی ایدیہم الذی سألوا۔ (طبرانی کبیر ج ۶ ص ۲۵۴) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی جماعت اپنی ہتھیلیوں کو (ہاتھوں کو) اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ہاتھوں میں ان کی مطلوبہ چیز عنایت کرے گا۔

حدیث:

قال ابو موسیٰ دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم رفع یدیه ورایت بیاض ابطیہ۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۸) حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگنے کے لئے دونوں ہاتھ اس قدر بلند فرمائے کہ میں نے آپ ﷺ کے مبارک بغلوں کی سفید چمک کو دیکھا۔

حدیث: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطہما حتی یمسح بہما وجہہ۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۷۶ باب رفع الایدی عند الدعاء)

تک نہ رکھتے جب تک اپنے چہرہ انور پر نہ پھیر لیتے۔

بحوالہ تحفة المطلوبہ ص ۳۶ کے بغل مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی۔
حافظ جلال الدین سیوطی اصول حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
احادیث رفع یدین فی الدعاء معنأ متواتر ہیں پھر تواتر معنوی کی شرح کرتے ہوئے
لکھتے ہیں:

ومنه ما تواتر معناه كاحاديث رفع اليدين في الدعاء فقد روى
عنه صلى الله عليه وسلم نحو مائة حديث فيه رفع يديه في
الدعاء. (تدريب الراوى ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعه كراچى)
حدیث:

عن انس قال كان برسول
الله صلى الله عليه وسلم
يرفع يديه في الدعاء حتى
يرى بياض ابطيه. (مسند امام
احمد ج ۳ ص ۲۱۶-۲۲۹)

حدیث:

عن جابر بن عبد الله ان
النبي اتى مسجداً يعنى
الاحزاب. فوضع رواءه
وقام ورفع يديه مدا يدعو
عليهم ولم يصل قال ثم
جاء ودعا عليهم وصلى.
(مسند امام احمد ج ۳
ص ۳۹۳)

حدیث:

فاستقبل نبى الله صلى الله
عليه وسلم القبلة ثم
مد يديه فجعل يهتف بربه
اللهم انجزلى ما وعدتني
اللهم آت ما وعدتني اللهم
ان تهلك هذه العصابة من
اهل الاسلام لا تعبد فى
الارض.

(الجهاد)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

و فيه استحباب استقبال
القبلة في الدعاء ورفع
اليدين فيه وانه لا بأس برفع
الصوت في الدعاء.
اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ رخ ہو کر دعا
کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے
اور بلند آواز سے دعا کرنے میں کوئی
حرج نہیں۔ (حاشیہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثم ذَكَرَ الرجل يطيل
السفراشعث اغبر يمد يديه
إلى السماء يَا رَبِّ يَا رَبِّ
وَمَطْعَمَةٌ حَرَامٌ و مَشْرَبَةٌ
حَرَامٌ و مَلْبَسَةٌ حَرَامٌ و
غُدِيٌّ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى
يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ. (صحیح
آپ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو
طویل سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر حج
وغیرہ کے لئے) ایسی حالت میں جاتا ہے
کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور
کپڑوں پر گرد و غبار پڑا ہے اور آسمان کی
طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: اے
میرے رب! اے میرے رب! اور حالت

علامہ ابن حجر کی تصریحات:

علامہ ابن حجر عسقلانی نے دعا میں استحباب رفع یدین کے ثبوت میں متعدد احادیث بیان فرمائی ہیں۔ بغرض سہولت وہ تمام روایات مکمل حوالہ جات کے ساتھ یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے۔
 فدعا بماء فتوضأ ثم رفع یدیه فقال اللهم اغفر لعبيد بن ابي عامر. الحدیث.
 رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا، وضو فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر حضرت عبید بن ابی عامر کے لئے دعاء مغفرت فرمائی کہ اے اللہ عبید کو بخش دے۔
 (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۹ باب غزوه اوطاس)

حدیث:

عن ابی هريرة قال قدم الطفيل بن عمرو الدوسي على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله إن دوساً قد عصت وأبت فادع الله عليها فاستقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم القبلة ورفع يديه فظن الناس أنه يدعو عليهم فقال اللهم اهد دوساً وأت بهم. (مسند امام احمد ج ۲ ص ۲۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ قبیلہ دوس نے نافرمانی کی اور انکار کیا ہے۔ آپ ان کے لئے دعا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ ان کے لئے بددعا کریں گے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اللهم اهد دوساً وأت بهم۔ اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔

یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ اس کا پہننا حرام ہے۔ اس کا لباس بھی حرام ہے۔ اور حرام غذا سے اس کی نشوونما ہوئی ہے۔ تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور دوسروں کا دعا پر آمین کہنے کا دستور قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنی عفت مآب رفیقہ حیات سیدہ ہاجرہ اور اپنے نور نظر نخت جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ کے مقام پر چھوڑ کر واپس ہوتے ہیں۔ اور جب آپ مقام ثنیہ کے قریب پہنچے اور یقین ہو گیا کہ میں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہوں۔ وہ مجھے نہیں دیکھ رہے۔

استقبل بوجهه البيت ثم دعا بهؤلاء الدعوات ورفع يديه وقال. رَبِّ إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي ذَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ. الخ.
 آپ نے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ میں دعا کی۔ اے میرے رب! میں نے اپنے خاندان کو اس بنجر زمین میں تیرے عزت والے گھر کے پاس ٹھہرایا ہے۔ الخ

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۵)

موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کی بے اعتدالیوں سے دل برداشتہ ہو کر اللہ کے حضور دعا کی۔

قال ابو العالیہ و ابو صالح و عکرمہ و محمد بن کعب القرظی والربيع بن انس. دعا موسى وامن هارون (عليهما السلام)

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۲۹، تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۳۷۵)

سبق آموز واقعہ:

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو طفیل بن عمرو دوسی بھی ہجرت کر کے مدینہ آگئے اور ان کے ساتھ ان کے قبیلہ کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ اتفاق سے وہ شخص مدینہ منورہ میں بیمار ہو گیا۔ جب مرض نے شدت اختیار کی، اس سے صبر نہ ہو سکا، تو اس نے تیز دھار چیز سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے اتنا خون جاری ہوا کہ وہ مر گیا۔

انتقال کے بعد ایک دن حضرت طفیل بن عمرو نے اس شخص کو خواب میں دیکھا کہ اس کی حالت تو اچھی ہے مگر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو چھپا رکھا ہے، حضرت طفیل نے اس سے پوچھا کہ: تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وجہ سے بخش دیا کہ میں نے اس کے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی۔ پھر حضرت طفیل نے پوچھا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ کیوں چھپا رکھے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ پروردگار کی طرف سے مجھے کہا گیا کہ جس عضو کو تم نے خود خراب کر دیا ہے۔ ہم اس کو ہرگز درست نہیں کریں گے۔ (یعنی اس جرم کو نہیں بخشیں گے)

حضرت طفیل نے اپنا یہ خواب رسول کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا
اللہم ولیدیہ فاغفر ورفع یدیہ۔ فرمائی۔ اے اللہ! اس کو اور اس
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۴ مسند امام کے دونوں ہاتھوں کو بخش دے۔

احمد ج ۳ ص ۳۷۱ ادب المفرد ص ۱۶۱)

امام بخاری کی ادب المفرد میں یہ الفاظ ہیں ”ورفع یدیہ“

حدیث:

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی

عنها فانها رايت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يدعو، رافعا یدیہ، يقول انما انا بشر فلاتعاقبني ايما رجل من المؤمنین اذيتہ، او شتمتہ، فلاتعاقبني فيه۔
ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا کر رہے ہیں۔ اے اللہ! میں ایک بشر ہوں۔ مجھ سے مواخذہ نہ کرنا، اگر میں نے کسی مسلمان کو ستایا ہو۔ یا برا کہا ہو۔ تو مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا۔

(مسند امام ج ۶ ص ۲۵۸)

حدیث: ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین بار ہاتھ اٹھا کر اہل بقیع کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔

ثم رفع یدیہ ثلاث مرات. الحدیث

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۳ کتاب الجنائز)

حدیث: حضرت ابو حمید الساعدی ابن العنابیہ کے واقعہ میں بیان کرتے ہیں۔

ثم رفع یدیہ حتی راينا عفرتی ثم رفع یدیہ حتی راينا عفرتی
ابطیہ الاہل بلغت ثلاثا۔ کفرمایا: اللہم هل بلغت

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۴)

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۳)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر قول ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام فرجع یدیہ وقال اللہم امتی
رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا قول ذکر فرمایا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی امت کے لئے دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ باب دعا النبی لامتہ)

امتی۔ (الحدیث)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قول سے مراد یہ آیت ہے۔ رَبِّ اِنَّهُمْ اَضَلُّنَا

الايه. اور حضرت عيسى عليه السلام کا قول ان تَعَذِّبُهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ الْايه.

حدیث: سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اذا انزل عليه الوحي سمع
عند وجهه كدوى النحل.
فسرى عنه فاستقبل القبلة
ورفع يديه وقال اللهم زدنا
ولا تنقصنا الخ.

ایک روز جب رسول اللہ ﷺ پر وحی
نازل ہو چکی تو (وحی کے بوجھ سے)
افاقہ پا کر آپ نے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ
اٹھا کر دعا فرمائی۔ (سنن ترمذی ج ۲
ص ۱۵۰ تفسیر سورہ مؤمن)

حدیث: حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ ایک مرتبہ حضرت سعد کے گھر تشریف لائے۔

ثم رفع رسول الله صلى الله
عليه وسلم يديه هو يقول
اللهم اجعل صلواتك
ورحمتك على آل سعد
بن عباد. الحديث

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ
مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔ اے اللہ!
خاندان سعد بن عبادہ پر اپنی رحمتیں
نازل فرما۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۵
کتاب الادب، باب کم مرة يسلم الرجل
في الاستيان)

حدیث: ایک حدیث میں:

رايت النبي صلى الله عليه
وسلم رافعاً يديه يدعوا
لعثمان. (جز رفع اليدين
للبخاري)

راوی حدیث کا بیان! میں نے رسول
اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ حضرت عثمان
کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرما
رہے ہیں۔

حدیث: حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کی روایت جو کسوف شمس کے واقعہ میں

وارد ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

فانتهيت الى النبي صلى الله
میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔

عليه وسلم وهو رافع يديه
يدعو. (صحيح مسلم ج ۱ ص
۲۹۹ كتاب الكسوف)

آپ ہاتھ اٹھا کر دعا فرما رہے تھے۔

حدیث: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال كنت رديف النبي صلى
الله عليه وسلم بعرفات فرفع
يديه يدعو. (نسائی ج ۲ ص
باب رفع اليدين في الدعاء بعرفة)

میں (اسامہ) عرفات میں آپ کے
پیچھے سوار تھا۔ آپ ہاتھ اٹھا کر دعا فرما
رہے تھے۔

ان روایات کو بیان کرنے کے بعد علامہ ابن حجر ارشاد فرماتے ہیں۔

والاحاديث في ذلك كثيرة.
(فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۴۱، ۱۴۲)

اس سلسلہ میں بہت زیادہ احادیث پائی
جاتی ہیں۔

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا

فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعاء بھی صحیح و صریح احادیث سے ثابت ہے۔ جن کی ایمان افروز جھلک ملاحظہ ہو۔

علامہ ابن کثیر کی تشریح:

① علامہ عماد الدین ابن کثیر سورہ نساء کی آیت ۹۸ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة. فقال اللهم خلص الولید بن الولید و عیاش بن ربیعہ وسلمة بن ہشام. وضعفة المسلمین الذین لا یستطیعون حيلة ولا یهتدون سبیلًا من ایدی الکفار.

حضور اقدس ﷺ نے نماز سے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رو ہو کر ہی ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی۔ اے اللہ! ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور دیگر ضعیف مسلمین جو کفار کی قید سے چھوٹنے کی کوئی راہ یا حیلہ نہیں پاتے، انہیں کفار کے شکنجے سے نجات و رہائی عطا فرما۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۲)

امام ابن جریر کی رائے گرامی:

② علامہ عماد الدین ابن کثیر مفسر ابن جریر طبری کے حوالہ سے مذکورہ روایت کے الفاظ اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعو فی دبر رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرماتے تھے۔

صلاة الظهر. اللهم خلص الولید بن الولید. الحدیث.

ان دونوں روایات کی سند بہت قوی ہے کوئی راوی غیر ثقہ نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۲) علامہ عثمانی کی توثیق:

حدیث:

حدثنا محمد بن یحییٰ الاسلمی قال رايت عبد الله بن الزبير رأى رجلا رافعا یدیه یدعو قبل ان یفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلواته. (معجم کبیر طبرانی ج ۱۳ ص ۱۲۹)

محمد بن یحییٰ اسلمی کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

اخرجه ابن ابی شیبہ و رجاله ثقات. (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۶)

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یفهم منه انه صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا فرغ من صلاته. فثبت دعاؤه صلی اللہ علیہ وسلم بعد السلام من الصلاة رافعا یدیه.

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے تھے، پس ثابت ہوا کہ حضور ﷺ (فرض) نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ (اعلان السنن ج ۳ ص ۱۹۶)

علی الناس فیدعوا. (معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۳) دعا کرے۔

نماز کے بعد دعائے کرنے پر وعید:

رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بعد اللہ رب العزت کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعائے کرنے پر وعید اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

حدیث:

عن الفضل بن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة مشى مشى تشهد فى كل ركعتين. وتخشع وتضرع وتمسكن و تقنع يديك يقول ترفعهما الى ربك مستقبلا ببطونهما وجهك وتقول يا رب يا رب من لم يفعل ذالك فهى كذا وكذا. (ترمذى ج ۱ ص ۸۷ باب ماجا فى التحشع فى الصلوة)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز دو دو رکعت ہے۔ ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے اور ڈرنا، عاجزی کرنا اور مسکینی ظاہر کرنا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھانے۔ حضرت فضل بن عباس فرماتے ہیں کہ تو اپنے پروردگار کے حضور میں اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کر کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں تیرے چہرے کی طرف ہوں۔ اور تیری زبان پر یارب یارب کا ورد ہو۔ جس آدمی نے ایسا نہ کیا تو وہ ایسا ہے ایسا ہے۔

قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: وهذا يثبت الدعاء بعد الصلوة برفع يديه كما هو المحمول. وانكار الجهلة عليه مردود. (الكوكب الدرى ج ۱ ص ۱۷۱)

اس حدیث میں لفظ مستقبلاً سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے یہی معمول ہے اور اس پر جہلاء کا انکار مردود ہے۔

علامہ پیشی اس روایت کو معجم طبرانی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

علامہ بنوری کی تخریج:

حدیث:

عن ابن عباس قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر ثم اقبل على القوم فقال: اللهم بارك لنا فى مدينتنا. وبارك لنا فى مدنا و صاعنا. (ذكر سمهودى فى الوفا ج ۱ ص ۳۸- معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی پھر نمازیوں کی طرف رخ پھیرا اور یہ دعا پڑھی۔ اللهم بارک الخ۔ اے اللہ! ہمارے شہر مدینہ منورہ اور مدنی پیمانے "مد" اذا صاع میں برکت عطا فرما۔

علامہ سید محمد یوسف بنوری فرائض کے بعد اجتماعی دعاء کے استحباب پر متعدد روایات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”اس بات میں مذکورہ روایات کافی ہوں گی اور ان لوگوں کا معمول

ہے کہ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہیں۔“

اور اسی لئے ہمارے فقہاء کرام نے بھی اس دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نور الايضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں امام شرنبلالی نے فرمایا ہے۔

اور امام نووی شرح مہذب ج ۳ ص ۲۸۸ میں فرماتے ہیں۔

الدعاء للامام والمأمون والمنفرد مستحب عقب كل الصلوات بلا خلاف ويقول. ويستحب ان يقبل الامام مقتدى اور منفرد کے لئے مستحب ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کریں۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ امام کے لئے

ترک دعا قابل تعزیر جرم ہے:

فرض نمازوں کے بعد عادتاً دعاء کا تارک قابل تعزیر و قابل ملامت ہے۔
قطب الارشاد محدث گنگوہی کا ارشاد گرامی ہے۔

فیعزر تارک الدعوات بعد فرض نماز کے بعد دعاء کا تارک (عادتاً الصلوات ولا يعذر على تركها). (الكوكب الدرر ج ۲ اس ترک دعاء میں (کسی تاویل کی وجہ سے) معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ (ص ۲۹۱)

نواب قطب الدین دہلوی اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”جب بندہ خدا کے دربار میں حاضری دے اور نماز پڑھ کر اپنی عبودیت و فرمانبرداری کا اظہار کر دے۔ تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نماز کے بعد خدا کی درگاہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا دے اور اپنی محتاجگی و لاچارگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی دینی و دنیوی بھلائی میں خدا کی مدد و نصرت کا طلب گار ہو۔“ (مظاہر حق جدید ج ۱ ص ۵۵۲)

جمہور محدثین نے اس حدیث کو سلام پھیرنے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر محمول کیا ہے۔ جیسا کہ محدث ابن خزیمہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:

”اس حدیث نے واضح کر دیا کہ سلام سے قبل تشہد میں ہاتھ اٹھانا نماز کی سنت نہیں۔ بلکہ سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا اور ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔“ (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۲۲۱ بحوالہ تحفۃ المطلبہ ص ۵۴)

اس حدیث میں ”تقنع یدیک“ وارد ہوا ہے۔ اقتناع سے دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ (مجمع البحار ج ۴ ص ۳۳۱ بحوالہ تحفۃ المطلبہ ص ۵۴)

شیخ ابن العربی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”اقناع الیدین ای رفعهما فی الدعاء وهو بعد الصلاة فیها“

(اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۱)

علامہ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری نے الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۴۸ میں اور علامہ طحاوی نے شرح مشکل الاثار ج ۲ ص ۲۴ اور بھی بہت سے ائمہ حدیث نے ہر نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کو اس حدیث سے مستحب قرار دیا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں:

والحدیث يدل على مطلوبة الخشوع في الصلاة و على مشروعيه الدعاء برفع اليدين عقيب الصلاة كما هو معتاد الصلحاء و المصلين. (التشرف في التصوف ص ۲۲ بحوالہ اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۲)

یہ حدیث نماز میں خشوع و خضوع کے مطلوب ہونے پر اور فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی مشروعیت پر بھی دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ صلحاء امت اور عام نمازیوں کے ہاں فرائض کے بعد دعا برفع الیدین کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔

شیخ علی زادہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کر کے ”فہو خداج“ کی شرح میں لکھتے ہیں:

فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه و تعالى. (شرح شرعة الاسلام ص ۱۲۸ بحوالہ تحفة المطلبہ ص ۵۶)

جو شخص نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے معبود سے دعا نہیں مانگتا اور اپنی حاجت طلب نہیں کرتا، پس اس نے جو کچھ نماز پڑھی وہ حق تعالیٰ کے نزدیک ناقص ہے۔

حدیث:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلوة ثم يقول اللهم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو بندہ نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے، پھر یوں دعا کرے۔ اللهم

بحر العلوم علامہ لکھنوی:

بحر العلوم علامہ لکھنوی سے پوچھا گیا کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا حدیث میں وارد ہوا ہے یا نہیں؟ تو موصوف نے جواب میں مذکورہ بالا حضرت انسؓ کی روایت نقل کر کے فرمایا: کہ خاص نماز میں یہ حدیث وارد ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ مگر حدیث ضعیف استجاب کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ فتح القدر کتاب الجنائز میں ہے ”الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع. استحباب ضعیف حدیث غیر موضوع سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۰۰)

خلاصہ کلام:

ان تمام متذکرہ بالا روایات سے واضح ہوا کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اسی طرح مسنون ہے۔ جس طرح فرائض کے علاوہ دیگر عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا متواتر اور متواتر سنت ہے۔ لہذا ان دونوں قسم کی دعاؤں کے درمیان محض ظن و قیاس سے تفریق کرنا کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ نیز دعا بعد الفرائض میں رفع یدین پر کسی بھی حدیث میں ممانعت نہیں پائی جاتی، اس کے باوجود اسے مکروہ یا بدعت کہنا بقول حضرت تھانوی کے ”زری جہالت“ ہے۔ الغرض جس اہتمام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے فرائض کے بعد دعائیں پڑھنا بکثرت ثابت ہے۔ اس طرح ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا اس اہتمام سے ثابت نہیں۔

علامہ انور شاہ کاشمیری کی یہ توجیہ بڑی بلیغ معلوم ہوتی ہے۔ ”کہ آپ چونکہ فرائض کے بعد ان دعاؤں کو اکثر بطور ذکر بھی پڑھتے تھے اس لئے رفع یدین اس اہتمام سے ثابت نہیں۔ کیونکہ اذکار میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔“ (معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۳)

ضعیف حدیث قابل حجت ہے:

حدیث ابن عباس اپنے مدلول اور منطوق میں اگرچہ صریح اور دلیل قاطع ہے۔ لیکن اس کی سند پر کلام کیا گیا ہے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں: ”گو یہ حدیث ضعیف ہے لیکن دیگر شواہد و توابع سے یہ حدیث درجہ حسن

الہی والہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عن الفقر فانی متمسکن الا کان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیدہ خائبین۔

علامہ ظفر احمد عثمانی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت دلالة علی رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوة المفروضة ظاهرة. (علاء السنن ج ۳ ص ۲۰۱)

حدیث:

عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیدہ یدعو حتی انی لاسأم له مما یرفعهما یدعو اللہم فانما انا بشر فلا تعذبنی بشتم رجل شمتہ او اذیتہ. (مسند امام احمد ج ۶ ص ۳۲۵)

ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اتنی دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے کہ میں اکتا جاتی۔ آپ اللہ سے عرض کرتے کہ اے اللہ! بے شک میں بشر ہوں۔ مجھ سے مواخذہ نہ کرنا۔ اگر کسی مسلمان کو میں نے ستایا ہو۔ یا برا کہا ہو تو مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا۔

کو پہنچ جاتی ہے۔“ (سید رفیع الیدین ص ۱۳۴ اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۲) یوں بھی جمہور علماء امت کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا بالاجماع جائز ہے۔ بشرطیکہ ضعیف شدید یا موضوع نہ ہو۔ جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن الہمام کا قول پہلے گزر چکا ہے۔

جملہ محدثین اور ائمہ مجتہدین سے سلفاً و خلفاً تو اتر کے ساتھ منقول ہے کہ حدیث ضعیف کی روایت کرنا اور فضائل میں اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ خطیب بغدادی نے امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

اذا روينا في الحلال والحرام شددنا. واذا روينا في الفضائل و نحوها تساهلنا. (الكفايه ص ۱۳۴) جب ہم حلال و حرام کے مسائل میں حدیث بیان کریں تو جانچنے میں سختی سے کام لیں گے اور جب فضائل اعمال وغیرہ میں روایت بیان کریں گے تو تساہل اور نرمی سے کام لیں گے۔

امام احمد بن حنبل مزید فرماتے ہیں:

ضعيف الحديث احب الينا من الرئ والقياس. (اعلام الموقعين ج ۱ ص ۷۶) ضعیف حدیث پر عمل کرنا نسبت رائے اور قیاس کے زیادہ پسندیدہ ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی لکھتے ہیں:

”امام اعظم کے تمام تلامذہ اور ائمہ فقہ اس پر متفق ہیں کہ امام اعظم کے مذہب میں ان کے نزدیک رائے و قیاس کی بجائے حدیث ضعیف ہی مقدم اور اولیٰ بالقبول ہے اور اس پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔“

(اعلام الموقعين ج ۱ ص ۷۶)

فضائل و رغائب میں ضعیف حدیث کو قبول کرنے والے جلیل القدر محدثین اور ائمہ میں سے امام اعظم، امام احمد بن حنبل، ابن سید الناس، علامہ نووی، حافظ عراقی،

ابن حجر عسقلانی، علامہ سخاوی، شیخ زکریا انصاری، علامہ جلال الدین سیوطی، ملا علی قاری، ابن حجر مکی اور جلال الدین دوانی وغیرہم بے شمار محدثین ہیں۔

(حاشیہ تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۹ طبع کراچی)

امام نووی ارشاد فرماتے ہیں:

قد اتفق العلماء على جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال. جمہور علماء محدثین و فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔

(اربعین نووی ص ۳۲)

”ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحدیث الضعیف ما لم يكن موضوعاً“

(كتاب الاذكار نووی بحوالہ تحفة المطلوبہ ص ۶۱)

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

ملا علی القاریؒ موضوعات کبیر ص ۵ اور شرح النقایہ ج ۱ ص ۹ میں لکھتے ہیں کہ فضائل اعمال کے لیے ضعیف حدیث قابل عمل ہے۔ امام حاکم متدرک ج ۱ ص ۴۹۰ میں لکھتے ہیں کہ عقائد حلال و حرام کے مسائل میں تو ضعیف حدیث کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہاں ثواب و عقاب اور فضائل میں محدثین مانتے ہیں اور یہی قول امام عبدالرحمن بن مہدیؒ کا ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں مانی جاسکتی ہے۔ ابن مہدیؒ (استاذ بخاری) فتح المغیث ص ۱۲۰ میں علامہ سخاویؒ نے القول البدیع ص ۱۹۶ میں بھی اس کی تصریح کی ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پیش ہو سکتی ہیں اور حافظ ابن تیمیہؒ فتاویٰ ج ۱ ص ۳۹ طبع بولاق میں اس کی تصریح کرتے ہیں۔ اسی طرح امام ابن دقیق العید نے اپنی کتاب الامام ج ۱ ص ۱۷۱ میں اس کی تصریح کی ہے۔

نواب صدیق حسن خاں دلیل الطالب علیٰ ریح الطالب ص ۸۸۹ میں لکھتے

عمل“ خود بہت بڑی دلیل ہے۔ اس کی موجودگی میں روایات کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (کذانی ایضاح الاولہ گنگوہی ص ۳۰)

پہلی دلیل:

چنانچہ امام مالک کے مسلک کی بنیاد ہی تعامل اہل مدینہ پر ہے۔ بہت سے مسائل میں مضبوط و قوی روایات کے مقابل میں تعامل مدینہ کو ترجیح دیتے ہیں، مثلاً نماز میں رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق شیخین کی تخریج کردہ روایات ابن عمرؓ جو قائلین رفع کے نزدیک سب سے قوی ترین روایت ہے اور خود امام مالک اسی روایت ابن عمر کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود امام مالک مجبور ہوئے کہ تعامل مدینہ کے پیش نظر ترک رفع کو اختیار کریں۔

(ایضاح الاولہ گنگوہی ص ۳۰)

دوسری دلیل:

امام مالک کی طرح ارباب درایت و اہل فتویٰ کے ہاں بھی مختلف روایات کے مابین ترجیح کا بنیادی اصول یہی ”تعامل و توارث سلف“ رہا ہے۔ مثلاً تشہد کے باب میں روایات میں سخت اختلاف ہے۔ (۱) تشہد عمرؓ۔ (۲) تشہد ابن عباسؓ۔ (۳) تشہد ابن مسعودؓ۔ (او جز المساک فی شرح موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۳۰)

① تشہد عمرؓ جس کے الفاظ موطا امام مالک میں مذکور ہیں لیکن کتب صحاح ستہ میں سے کسی مصنف نے اس کی تخریج نہیں کی۔ موطا امام مالک میں بھی مرفوعاً روایت نہیں بلکہ موقوفاً علیٰ عمرؓ ہے۔

② تشہد ابن عباسؓ کو امام بخاری کے سوا دیگر پانچوں ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے لیکن الفاظ میں اختلاف ہے۔

③ تشہد ابن مسعودؓ کو امام بخاری سمیت دیگر تمام محدثین نے روایت کیا ہے اور ان کتب صحاح ستہ کے ہاں تشہد ابن مسعود کے الفاظ میں کوئی اختلاف نہیں اور بالاتفاق سب سے قوی تر مرفوعاً روایت یہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود امام مالک

ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کے حجت ہونے پر اتفاق علماء ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۶۵ میں لکھتے ہیں کہ ضعیف حدیث جو موضوع نہ ہو اس سے استحباب اور جواز ثابت ہو سکتا ہے۔ (خزان السنن ج ۱ ص ۱۰۷)

تعامل کی سحر انگیزی:

”تعامل“ ایسی سریع التاثر دلیل اور حجت قاطعہ ہے کہ اس کی سحر انگیزی کے سامنے ائمہ مذاہب بھی سر تسلیم خم کر لیتے ہیں، چنانچہ مفتی ٹمس الدین رقمطراز ہیں:

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

الصحيح استحباب الرفع
فی سائر الادعية. (ارشاد
صحیح بات یہ ہی ہے کہ تمام دعاؤں میں
ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔

ساری ج ۶ ص ۲۵۱ بحوالہ تحفة

المطلوبہ ص ۴۰)

علامہ ابی مالکی حضرت امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں:

لانه ثبت رفع الايدي في كل ادعية.

(الاکمال لابی ج ۳ ص ۴۵ بحوالہ تحفة المطلوبہ ص ۴۰)

امام شافعی اور علامہ قسطلانی کی یہ تصریحات واضح ثبوت ہیں کہ ہر قسم کی عمومی اور فرائض کے بعد خصوصی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ فرض کے بعد دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کی کوئی صحیح مرفوع روایت نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ دور نبوی ﷺ میں فرائض کے بعد دعاؤں میں ”ہاتھ اٹھانے“ کا تعامل و توارث اس قدر عام تھا کہ اس کے روایت یا حکایت بیان کرنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہ کی گئی اور دعاء بعد الفرائض میں ثبوت رفع یدین پر قلیل روایات کی وجہ یہی تعامل و توارث عمل ہے کیونکہ جو عمل جس قدر زیادہ رائج اور عملاً مشہور ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں اسی قدر روایات کم ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ”تعامل و توارث

نے اہل مدینہ کی بناء پر قوی مرفوع روایت ابن مسعود کے مقابل موقوف روایت ابن عمر کو ترجیح دی۔

حضرت امام شافعی نے اہل مکہ کے تعامل کی بناء پر تشہد ابن عباس کو ترجیح دی۔ جب کہ حنفیہ نے دیگر وجوہ ترجیح کے علاوہ اہل کوفہ کے تعامل کے پیش نظر تشہد ابن مسعود کو ترجیح دی۔ معلوم ہوا کہ ”تعامل سلف بھی ائمہ کے ہاں ایک اصل عظیم ہے۔“

تیسری دلیل:

حدیث قلین کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مثالہ حدیث القلین فانہ
حدیث صحیح روی بطریق
کثیرہ..... ولم یمش علیہ
المالکیہ ولا الحنفیہ فلم
یعملوا بہ. (ابن ماجہ اور علم
حدیث علامہ عبدالرشید نعمانی ص ۲۰۲)

اس کی مثال قلین کی حدیث ہے کہ یہ
حدیث صحیح ہے اور بہت سے طریقوں
(سندوں) سے مروی ہے (آگے ان طرق
کے منتہی راوی کا ذکر ہے) لیکن صحت اور
تعدد طرق کے باوجود اس پر نہ مالکیہ ہی
چلے اور نہ حنفیہ۔ چنانچہ ان سب حضرات
نے اس پر عمل نہیں کیا (اس کی وجہ بھی عدم
تعامل سلف ہی ہے)

چوتھی دلیل:

حدیث قلین کی طرح حدیث آئین بالجبر بھی ہے جس کو ائمہ سنیہ روایت کرتے ہیں۔ لیکن امام طبری کا قول ہے۔

ان اکثر الصحابہ والتابعین
کانوا یخفون لها. (اعلاء
کے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی زیادہ
تعداد آئین آہستہ کہتی تھی۔)

السج ۲ ص ۲۲۳)

چنانچہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ کے تعامل کی بناء پر مالکیہ و حنفیہ نے سر آئین ہی کو ترجیح دی۔ لیکن اہل مکہ کے ہاں جبر آئین کہنے کا رواج تھا وہ بھی حضرت عبداللہ بن زبیر

کے عہد خلافت سے جن کا دار السلطنت مکہ تھا۔ اس لئے امام شافعی نے جن کی جائے پیدائش ہی مکہ مکرمہ ہے۔ آئین بالجبر کو اختیار کیا۔ (ایضاح الاول ص ۴۳)

پانچویں دلیل:

اسی طرح ”خیار مجلس“ کی حدیث کہ نہ اس پر فقہاء سب سے مدینہ نے عمل کیا اور نہ فقہاء کوفہ نے اور حدیث ”مصرآة“ کہ نہ اس پر امام اعظم کا عمل ہے اور نہ امام مالک کا۔

غرض اس طرح کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جس سے یہ اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ ”تعامل سلف“ بھی خود ایک بڑی دلیل ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں:

اتفاق سلف و توارث ایشان
اصل عظیم است درفقہ.
سلف صالحین کا اتفاق اور توارث و تعامل
بھی درباب فقہ ایک اصل عظیم ہے۔

تعامل سلف کے حجت قاطعہ ہونے پر مزید معلومات کے لئے ہمارے استاذ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی کے استاذ مولانا حیدر حسن خان کا تالیف کردہ قیمتی رسالہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ جو ”ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ“ میں تمامہ درج ہے۔

غرض کسی مسئلہ میں تعامل و توارث عمل جب خود ایک بہت بڑی دلیل ہے تو اس میں روایات کے تتبع کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ جب یہ ائمہ فقہ ٹھوس روایات کثیرہ کے مقابل ”تعامل اہل بلد یا تعامل سلف“ کو حجت قاطعہ بنا سکتے ہیں تو دعاء بعد الفرائض میں استحباب رفع یدین پر صحیح روایات کے ہوتے ہوئے جمہور امت کے تعامل و توارث کو بطریق اولیٰ حجت قاطعہ بنایا جاسکتا ہے۔

(تحفۃ الملوٰیہ ص ۴۰۶)

مفتی رشید احمد بھی تعامل کو حجت تسلیم کرتے ہیں:

حضرت مفتی رشید احمد جنہیں فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کے استحباب کا نہ

صرف انکار ہے۔ بلکہ اسے ”بدعت قبیحہ شیعہ“ (احسن الفتاویٰ ج ۳) لکھتے ہیں وہ بھی ”تعال امت“ کے حجت ہونے کا برملا اقرار کرتے ہیں وہ بھی ایک ایسے مسئلہ میں جہاں حدیث نبوی یا آثار صحابہ سے صراحت تو کجا اشارہ یا کنایہ بھی جواز ثابت نہیں ہوتا۔ محض تعال امت کے بل بوتے پر خطبہ عید کے بعد بھی دعا کے استحباب کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مفتی صاحب اکابرین امت کے تعال کو حجت مانتے ہوئے فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کے استحباب کو تسلیم کر لیتے۔

”دعا بعد الصلوات کا استحباب احادیث صریحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ اس کلیہ میں نماز عید بھی داخل ہے۔ خواہ نماز کے بعد متصل دعا ہو یا خطبہ کے بعد خطبہ توابع نماز سے ہے۔ اس لئے بعد الخطبہ ہی بعد الصلوٰۃ میں داخل ہے۔ جیسا کہ عام نمازوں میں تسبیحات و اوراد کے بعد ہونے والی دعا کو کلیہ بعد الصلوٰۃ میں داخل قرار دیا جاتا ہے۔ بلکہ سنن و نوافل کے بعد کی دعا کو بھی دبر الصلوات المکتوبہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ہر مجلس خیر اور دینی اجتماع کے اختتام پر دعا کا تعال پوری امت میں ہے۔ لہذا خطبہ کے بعد دعا ہو یا خطبہ سے پہلے یا دونوں جگہ تینوں صورتیں درست ہیں، البتہ خطبہ سے پہلے دعا مانگی جائے تو مختصر ہونی چاہئے۔ تاکہ نماز اور خطبہ کے درمیان فصل نہ ہو۔ مذکورہ تینوں صورتیں صرف مستحب ہیں۔ ضروری نہیں، لہذا اگر کوئی امام دعا بالکل چھوڑ دے نہ خطبہ سے پہلے مانگے نہ بعد۔ تو اس پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

لمحہ فکر یہ:

فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح، صریح اور مرفوع احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود اسے بدعت قرار دینا صریح بے انصافی ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ جو امور احادیث سے صراحتاً ثابت ہیں ان پر عمل کی ترغیب و تحریص دی جاتی جیسے امام کو امامت والے مقام پر سنن و نوافل پڑھنے کی صریح ممانعت وارد ہوئی ہے اس

پر التزام و اہتمام کرایا جاتا۔ اس بین غلطی کی اصلاح کی فکر کی جاتی، اس پر عمل نہ کرنے والے حضرات کی سرزنش ہوتی۔ جب کہ سنت کی اس واضح خلاف ورزی پر کبھی صدائے احتجاج بلند نہ ہوئی۔ کہیں یہ طرز عمل اَفْتُوْمُنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ (الایہ) کے زمرے میں تو نہیں آتا ہے۔

حدیث:

عن مغیرة بن شعبه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصلى الامام فى المواضع الذى صلى فيه حتى يتحول

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام نے جہاں فرض نماز پڑھائی، وہاں سنتیں نہ پڑھے بلکہ جگہ تبدیل کرے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۶۴ کتاب الصلوٰۃ باب الامام يتطوع فى مكاه)

مسلم ج ۱ ص ۳۶۵

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قضى احدكم الصلوة فى مسجده فليجعل لبيته نصيباً

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں نفل نماز پڑھا کرو اور گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۵)

حدیث:

عن زید بن ثابت عن النبى صلى الله عليه وسلم قال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے سوا نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

فرائض کے بعد اجتماعی دعا اور صحابہ کرام کا تابناک عمل

گذشتہ اوراق میں بیان کردہ وہ تمام احادیث جن میں فرض نماز کے بعد مختلف ماثورہ دعائیں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ عقلاً اس بات پر صراحتاً و بداہتہ دلالت کرتی ہیں۔ کہ یہ دعائیں اجتماعی مانگی جاتی تھیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فرائض کے بعد حضور انور ﷺ دعا مانگیں اور صحابہ کرام اس پر آمین نہ کہیں۔ صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے اس اجتماعی عمل کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی ہر سنت کے چشم دید گواہ تھے۔

صحابہ کرام کی اجتماعی دعا کا کرشمہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرض نماز کے بعد اجتماعی دعاؤں کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے تھے۔ علامہ عماد الدین ابن کثیر دمشقی حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

علاء الحضرمی من سادات الصحابة العلماء العباد
حضرت علاء علماء عابدین اور سادات
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور
مستجاب الدعوات تھے۔

پھر علامہ موصوف بحرین کے مرتدین کے خلاف جنگ کے ایام میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پریشانی کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں:

ونودی بصلوة الصبح حين طلح الفجر فصلی بالناس
اور طلوع فجر کے وقت اذان دی گئی تو
انہوں نے لوگوں کو نماز فجر پڑھائی۔
فلما قضی الصلوة جثا علی
جب نماز پوری کر لی۔ تو گھٹنوں کے بل

افضل صلاحکم فی بیوتکم
الا المكتوبة.
(ترمذی ج ۱ ص ۱۰۲ کتاب الصلاة
باب فی فضل صلاة التطوع فی البیت)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ان من السنة اذا سلم الامام
ان لا يقوم فی موضعه الذی
صلی فیہ. فیصلی تطوعاً
حتى ینحرف.
سنت طریقہ یہ ہے کہ امام سلام پھیرنے
کے بعد جہاں فرض نماز پڑھائی تھی
وہاں سنتیں نہ پڑھے بلکہ آگے پیچھے ہٹ
جائے۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲)



رکتیہ و جثا الناس و نصب
فی الدعاء و رفع یدیه. و فعل
الناس مثلهم. حتی طلعت
الشمس. و جعل الناس
ینظرون الی سراب الشمس
یلمع مرة بعد اخرى. و هو
یجتهد فی الدعاء. (البدایہ
والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۸)

بیٹھ گئے اور لوگ بھی گھٹنوں کے بل بیٹھ
گئے۔ اور ہاتھ اٹھا کر (خشوع و خضوع
سے) دعا میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں
نے بھی ساتھ ہی ہاتھ اٹھائے اور دعا
مانگنی شروع کی۔ حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو
گیا۔ لوگ سورج کی کرنوں کو چمکتا
دیکھتے اور حضرت علاء دعا میں پورے
انہماک سے مشغول رہے۔

ان کی یہ دعا فوراً قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب بیٹھے پانی کا چشمہ
جاری کر دیا۔ جہاں سے اس پریشان حال لشکر نے پانی پیا اور جان میں جان آئی۔
پھر ان کے اونٹ جو رات کو زاوراہ سمیت بھاگ گئے تھے۔ ایک ایک کر کے واپس
آنے شروع ہو گئے۔

لمحہ فکر یہ:

صحابہ کرام کی پوری جماعت اور تابعین کا سارا لشکر اپنے امام کی پیروی میں
فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا میں مصروف و مشغول ہیں کسی بھی فرد نے
اس اجتماعی دعا کے عمل پر نہ اعتراض کیا نہ اسے خلاف سنت قرار دیا اور نہ ہی کسی نے
اسے بدعت کہنے کی جسارت کی اگر صحابہ کرام کے ہاں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ
اٹھا کر اجتماعی دعا کا معمول نہ ہوتا۔ تو صحابہ و تابعین اس جدت اور بدعت کو کسی
صورت گوارا نہ کرتے اور خاموش رہ کر اس عمل کی تائید و توثیق نہ کرتے بلکہ بانگ
دہل و اشکاف الفاظ میں اسے بدعت قرار دے کر اس کی دھجیاں فضا میں بکھیر دیتے
صحابہ کرام اور تابعین کے اس مسنون و مرغوب اجتماعی عمل کے باوجود اگر کوئی فرد یا
جماعت اسے بدعت قبیحہ شنیعہ کہے تو یہ کس قدر سنگین جسارت اور سفاکی ہے اس کی
بیباک جنبش قلم نے صحابہ، تابعین، تبع تابعین ادا سلف صالحین سب کو بدعت کا مرتکب

قرار دینے کی ناپاک اور مذموم حرکت کی ہے۔

بہیں تفاوت راہ کجا است تا کجا

امیر المؤمنین عمر فاروق کا حکم:

① عام الرمادة میں امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازیوں سے
دعا مانگنے کی درخواست کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ
عنہ فرماتے ہیں:

رایت عمر اذا صلی
المغرب نادى! ايها الناس
استغفروا ربكم ثم توبوا
اليه وسلوه من فضله و
استثقوا سقيارحمة لاسقيا
عذاب فلم يزل كذلك
حتى فرج الله ذالك. (ابن
سعد ج ۳ ص ۲۴۳)

میں نے امیر المؤمنین سیدنا عمر کو دیکھا جب
وہ نماز مغرب پڑھ لیتے تو با آواز بلند
فرماتے! اے لوگو! اپنے رب سے
گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر توبہ کرو اور
اس سے اس کا فضل طلب کرو۔ اور بارانِ
رحمت طلب کرو۔ بارانِ رحمت طلب نہ
کرنا۔ آپ برابر ایسا کرتے رہے حتیٰ کہ
اللہ تعالیٰ نے مشکل آسان کر دی۔

② جب فتح مصر میں تاخیر ہو رہی تھی۔ تو امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر عساکر حضرت عمرو بن العاص کو عتاب فرمایا اور انہیں ہدایت کی
کہ میں چار آدمی بھیج رہا ہوں۔ جمعہ کے دن زوال کے وقت ان کو لوگوں کے سامنے
کھڑا کر کے دشمن پر فتح کی دعا کرائیے۔ کیونکہ یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ تو حضرت
عمرو بن العاص نے لوگوں کو جمع کر کے امیر المؤمنین کا عتاب نامہ سنایا۔ پھر انہیں وضو
کر کے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور ان چاروں کو آگے کر کے فتح و نصرت کی دعا
کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مصر فتح کر دیا۔

حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

فقد مهم امام الناس وامر الناس ان يتطهروا ويصلوا ركعتين ثم

يرغبون الى الله ويسئلونه النصر ففتح الله عليهم

(کنز العمال اجتماعی دعا بعد از نماز ص ۴۱)

اسوہ مرتضویٰ:

سیدنا علی مرتضیٰ ہر نماز کے بعد بارگاہ خداوندی میں اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔

اللهم تم نورک فہدیت
فلک الحمد و عظم
حلمک ففوت فلک
الحمد بسطت یدک
فلک الحمد ربنا و
جہک اکرم الوجوه
وجاہک خیر الجاہ و
عطیتک انفع العطایا.
واهنؤھا تطاع ربنا فتشکر
وتعضی ربنا فتغفر لمن
سنت تجیب المضطر اذا
دعاک و تغفر الذنبا و تقبل
التوبہ و تکشف الضر ولا
يجزى بالائتک احد ولا
یحصى نعماءک (قول
قامل) (امالی ابو القاسم)

اے اللہ! تیرا نور پورا ہو تو نے اپنے
بندوں کو ہدایت عطا فرمائی، سب تعریفیں
تیرے ہی لیے ہیں، تیرا حلم بڑا عظیم ہے، تو
نے معاف کیا، سب تعریفیں تیرے ہی لیے
ہیں تو نے اپنا ہاتھ کھلا کیا، تو نے سب کو
جھولیاں بھر بھر کے دیا، سب تعریفوں کے
لاائق تو ہی ہے، اے ہمارے رب! تیرا چہرہ
سب کے معزز ہے اور تیرا رتبہ سب سے
بلند و بالا ہے، تیرا عطیہ سب عطیات سے
بے حد نفع مند ہے اور خوشگوار ہے، تیری
اطاعت کی جائے تو قبول فرماتا ہے اور
بدلہ دیتا ہے اور نافرمانی کی جائے تو جسے
چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، جب مضطر اور
لاچار انسان تجھے پکارتا ہے تو تو دعا قبول
کرتا ہے، توبہ قبول کرتا اور گناہ بخش دیتا
ہے تیری نعمتوں کا بدلہ کوئی کیسے ادا کر سکتا
ہے اور انہیں کون شمار کر سکتا ہے۔

حدیث: حضرت غزوان بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت

کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب فرض نماز کا سلام پھیر لیتے تو:

فیحرک شفتیہ، فلا ندری
مایقول: ثم یقول: لا اله الا
الله وحده لا شریک له،
ولا حول ولا قوة الا باللہ،
ولا نعبد الا اياه: ثم یقبل
على القوم بوجهه ولا یبالی
عن یمینہ انصرف او عن
شمالہ.

آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے اور ہم
آپ کی بات پوری طرح نہ سمجھتے تھے۔
پھر آپ یہ دعا پڑھتے۔ لا اله الا الله
الرح۔ اس کے بعد آپ قوم کی طرف منہ
موڑ لیتے۔ آپ اس بات کا زیادہ خیال
نہیں فرماتے تھے کہ دائیں طرف سے
مڑا جاتے یا بائیں طرف سے۔ (کنز
العمال ج ۸ ص ۱۰۴، مصنف ابن ابی
شبیہ ج ۱ ص ۳۰۳)

سیدنا جعفرؓ کا ارشاد گرامی:

سیدنا امام جعفر بن محمد صادق ارشاد فرماتے ہیں:

الدُّعَا بَعْدَ الصَّلَاةِ
الْمَكْتُوبَاتِ أَفْضَلُ مِنَ
الدُّعَاءِ بَعْدَ النَّافِلَةِ كَفَضْلِ
الْمَكْتُوبَةِ عَلَى النَّافِلَةِ.

نفل نمازوں کے نسبت فرض نمازوں
کے بعد دعا مانگنا ایسے ہی افضل ہے جیسے
فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے۔

حدیث: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر جب کبھی بھی کوئی مشکل
پیش آتی یا کسی مصیبت کا سامنا ہوتا تو فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور دعا میں مشغول ہو جاتے
تھے۔ جیسا کہ حضرت حبیب بن مسلمہ الفہری جو بڑے مستجاب الدعوات صحابی تھے۔
ان سے لوگوں نے دعا کی درخواست کی۔ تو انہوں نے فرمایا: میں دعا مانگوں گا، تم
لوگ آمین کہنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:

لا یجتمع ملاً فیدعوا
بعضہم ویؤمن سائرہم الا
جب کوئی جماعت جمع ہو۔ ان میں سے
کوئی ایک دعا کرے اور باقی لوگ

اللہ علیہ وسلم يدعون. (اجتماعی دعا کی) (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۰)

امام ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی یوں توضیح فرماتے ہیں:

وقد استدل به المصنف في امام بخاری نے اس حدیث سے اس

الدعوات على رفع اليدين بات پر استدلال کیا ہے کہ ہر دعا میں

في كل دعاء. ہاتھ اٹھائے جائیں۔ (فتح الباری ج ۲

ص ۵۰۷)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا فرمائی، نیز اس حدیث سے دلالت ہوتی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا یہ اجتماعی طریقہ صرف استسقاء کے ساتھ خاص نہیں تھا۔ بلکہ حضور ﷺ اور صحابہ کا عام معمول تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی اس کی تائید و توثیق کرتی ہے۔

ما رفع قوم اكفهم الى الله جو کوئی جماعت بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی

عز وجل يسألونه شيئاً الا حاجت مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھائے تو

كان على الله حقاً ان يضع اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ مانگنے والی

في ايديهم الذي سألوا. جماعت کی دعا اور مراد پوری فرمائے۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۶

ص ۳۱۲ حدیث ۶۱۴۲)

علامہ پیشمی فرماتے ہیں:

رجالہ رجال الصحیح. (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹)

ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کے استحباب پر یہ دونوں حدیثیں واضح دلیل ہیں۔

جس طرح ان احادیث سے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ اسی

طرح امام کی دعا پر مقتدیوں کا اجتماعاً ”آمین آمین“ کہنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ یوں

بھی اس کا سنت ہونا دیگر احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ علامہ جزری فرماتے ہیں:

اجابهم الله. (معجم طبرانی آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول

کبیر ج ۴ ص ۲۲) فرمالتا ہے۔

امام حاکم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

لا يجمع ملاً فيدعوا بعضهم ويؤمن بعضهم الا اجابهم الله.

(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴۷)

علامہ پیشمی نے مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۰ میں ”باب التامین علی الدعاء“

قائم کیا اور اس کے تحت یہ حدیث حبیب بن مسلمہ الفہری بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواه الطبرانی وقال الهنباط بالرومية صاحب الجيش، ورجالہ

رجال الصحیح غیر ابن لہیعة، وهو حسن الحدیث.

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۰)

علامہ محمد یوسف بنوری یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهو دليل للدعاء بهيئة اجتماعي دعا بعد الفرائض برفع اليدين کے

اجتماعية ومظنة قبولها استحباب پر یہ حدیث واضح دلیل ہے۔ نیز

اکثر من دعا الوجدان. تنہا شخص کی دعا کی نسبت اجتماعی دعا میں

(معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۲) قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

بدوی جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

هلكت الماشية هلك يا رسول الله ﷺ مویسیٰ ہلاک ہو گئے

العیال، ہلاک الناس، فرغ اہل و عیال اور تمام لوگ مر رہے ہیں۔

رسول الله صلى الله عليه اس پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا

وسلم يديه يدعو ورفع الناس کی آپ کے ساتھ اور لوگوں نے بھی دعا

ايديهم مع رسول الله صلى کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ (سب نے مل کر

ان من آداب الدعاء تامين دعا کا ادب یہ ہے کہ سننے والا اس پر المستمع (حصن حصین ص ۱۲) آمین کہے۔

نوافل کے بعد دعا:

رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا فرما کر سنن اور نوافل اپنے دولت کدہ میں ادا فرماتے تھے چنانچہ امام ترمذی اس پر عنوان مقرر فرماتے ہیں۔ ”باب ماجاء فی فضل التطوع فی البيت“

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

افضل الصلاة صلاة المرء في بيته الا المكتوبة. (صحیح بخاری

ج ۱ ص ۱۰۱ کتاب الاذان باب صلاة الليل۔ مسلم ج ۱ ص ۲۶۵ صلاة

النافله فی بيته۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۰۲ باب فضل التطوع البيت)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا وما هو الا انا وامی و ام حرام خالتی. فقال قوموا فلا صلی بکم فی غیر وقت صلوة فصلی بنا. فقال رجل لثابت این جعل انس ما من قال جعله علی یمینہ. ثم دعانا اهل البيت لكل خیر من خیر الدنيا والاخرة. فقالت امی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں اور میری والدہ اور میری خالہ ام حرام گھر میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیار ہو جاؤ میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں۔ اور اس وقت کسی فرض نماز کا وقت نہ تھا۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ ایک شخص نے حضرت ثابتؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ کو کہاں کھڑا کیا تھا؟ انہوں نے کہا اپنے دہنی طرف۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سب گھر والوں کے لئے دعاء خیر کی۔ آپ ﷺ نے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں اور بہتریوں کی دعا

خویدمک ادع اللہ له. قال فدعالی بكل خیر وکان فی اخر ما دعالی به ان قال. اللهم اکثر مالہ وولده وبارک له فیہ. (صحیح مسلم کتاب المساجد باب جواز الجماعة فی النافلة ج ۱ ص ۲۳۴)

ہمارے حق میں فرمائی۔ سو میری والدہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ آپ کا چھوٹا خادم ہے (یعنی انسؓ) اس کے لئے بھی آپ ﷺ دعا فرمائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے اللہ سے ہر چیز مانگی اور دعا کے آخر میں اس طرح عرض کی یا اللہ! اسے مال فراوانی کے ساتھ عطا فرما اور اولاد زیادہ عطا فرما اور اس میں برکت عنایت فرما۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے:

فصلی غیر المكتوبة فدعا لام سلیم و اهل بیتها. رسول اللہ ﷺ نے نفل نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کرام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لئے دعاء فرمائی۔

نماز عیدین میں اجتماعی دعا:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عیدین کی نماز کے بعد بھی اجتماعی دعا کا معمول تھا۔ اور اجتماعی دعا کی برکات سے نہ صرف صحابہ کرام بہرہ یاب ہوتے بلکہ رسول رحمت ﷺ صحابیات کو بھی تاکید فرماتے کہ مسلمانوں کی اجتماعی دعا میں شمولیت کر کے اس کے فیوض و برکات حاصل کریں؛ بلکہ آپ ایسی عورتوں کو بھی اس اجتماعی دعا میں شامل ہونے کا ارشاد فرماتے جو نسوانی عارضہ کے باعث نماز پڑھنے سے معذور ہوتیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اگر نماز کے بعد اجتماعی دعا مشروع نہ ہوتی تو حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام کبھی بھی اس پر عمل پیرا نہ ہوتے۔

فرض نماز ہو یا عیدین کی نماز ہو خواہ نماز استسقاء ہو۔ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا مقدس عمل ثابت ہے اور اس پر سلف صالحین کا توارث اور تواتر پایا جاتا ہے۔

حدیث: حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو حکم دیا کہ نماز عید کے لئے نکلیں اور یہ بھی فرمایا جائزہ عورتیں نماز میں شامل نہ ہو۔ دعائیں ضرور شامل ہوں۔

فیکن خلف الناس فیکبرون اور وہ لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کے بتکبیرہم ویدعون بدعائہم ساتھ تکبیر کہیں اور ان کے ساتھ دعا یرجون بركة ذلك اليوم مانگیں اور اس دن کی برکت اور وطہرتہ. (صحیح بخاری ج ۱ پاکیزگی کی امید رکھیں۔

ص ۱۳۲)

حدیث:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج الالبکار والعواتق وذوات الخدور والحیض فی العیدین فاما الحیض فیعزلن المصلیٰ ویشھدن دعوة المسلمین۔

رسول اللہ ﷺ کنواری لڑکیوں، نوجوان لڑکیوں، پردہ نشین عورتوں اور حیض والی عورتوں کو نماز عید کے لئے بھیجتے تھے۔ پھر حیض والی عورتیں نماز سے کنارہ رہتی تھیں۔ اور مسلمانوں کی دعا میں برابر شامل ہوتی تھیں۔ (ترمذی ج ۱ ص باب الیدین)

علماء و مشائخ دیوبند کا طرز عمل:

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ”ہمارے حضرات اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس سابق مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ اور احادیث میں بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا

مانگنا ثابت ہے۔ اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے۔ لہذا صحیح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۱۹۰)

ایک اور سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

”دعا بعد الصلوات مسنون و مستحب است و در احادیث وارد شدہ است۔ کما نقلھا فی الحصن الحصین وغیرہ۔ پس در صلوات، صلوة عیدین ہم داخل و شامل است بدعت گفتن آنرا صحیح نیست۔ و اکابر امت مثل حضرت مولانا رشید احمد محدث و فقیہ گنگوہی و جمیع اکابر اساتذہ ما بعد نماز عیدین مثل صلوات مكتوبات دعائے خرمودند پس ہر کہ آنرا بدعت گفتہ صحیح نیست۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۲۰۲)

ترجمہ: ”تمام نمازوں کے بعد دعا مسنون و مستحب ہے اور یہ حکم احادیث میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ حصن حصین وغیرہ میں وہ احادیث نقل کی گئی ہیں لہذا تمام نمازوں کے لفظ میں عیدین کی نماز بھی داخل اور شامل ہے۔ نمازوں کے بعد دعا کو بدعت کہنا صحیح نہیں اور اکابرین امت مثل حضرت مولانا رشید احمد محدث و فقیہ گنگوہی اور تمام اکابر اساتذہ عیدین کی نماز کے بعد بھی دوسری فرض نمازوں کی طرح دعا فرماتے ہیں۔ لہذا جو کوئی اسے بدعت کہے صحیح نہیں۔“

حکیم الامت فرماتے ہیں:

حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی ارقام فرماتے ہیں:

”و عمل من و اکابر من ہمیں است یعنی بعد نماز عیدین دعا معمول است“ میرا اور میرے اکابر کا معمول نماز عید کے بعد دعا کرنے کا ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۰۶)

مفتی کفایت اللہ دہلوی کا فتویٰ:

سوال :- بعد نماز عید و خطبہ دعا مانگنا چاہنے یا نہیں۔ حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کیا معمول تھا؟

جواب :- عیدین کے اجتماع میں ایک بار اجتماعی دعا مانگنا تو ثابت ہے مگر یہ ثابت نہیں کہ یہ اجتماعی دعا نماز کے بعد خطبہ سے پہلے ہوتی تھی یا خطبہ کے بعد۔ اس لئے ایک دعا مانگنا جائز ہے خواہ نماز کے بعد مانگی جائے یا خطبہ کے بعد۔ ان میں سے جس موقع پر مانگی جائے خاص اسی موقع کو دعا کے لئے مخصوص اور مسنون نہ سمجھنا چاہئے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۳)

عیدین کی نماز خطبہ کے بعد خصوصی طور پر دعا مانگنے کا کوئی صریح ثبوت نہیں ہے۔ لیکن بخاری اور دیگر صحاح کی اس حدیث میں جو عورتوں کو عیدین میں جانے اور لے جانے کے متعلق ہے یہ الفاظ وارد ہیں۔ فلیشهدن الخیر و دعوة المؤمنین و ليعتزلن المصلی یعنی حائضہ عورتیں بھی جائیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں۔ ہاں نماز سے علیحدہ رہیں۔ اس سے اتنا نکلتا ہے کہ ایک اجتماعی دعا غالباً ہوتی تھی لیکن نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد اس کا پتہ کسی روایت سے نہیں ملا۔ پس ایک اجتماعی دعا نماز یا خطبہ کے بعد کر لینا تو ٹھیک ہے، لیکن جہاں پر کی جائے اس جگہ کی خصوصیت کو مسنون نہ قرار دیا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۵)

یہ صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے یہ بات منقول نہیں ہوئی کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد دعا مانگتے تھے اس لئے ان دونوں موقعوں میں سے کسی کو دعا کے لئے اس خیال سے متعین کرنا کہ اس موقع پر دعا مسنون ہے درست نہیں۔ لیکن بخاری شریف اور دیگر صحاح کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ کوئی عام اور اجتماعی دعا ہوتی تھی جس میں تمام عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں حالانکہ حائضہ عورتیں نماز سے علیحدہ رہتی تھیں۔ اس لئے دعا کو بالکل ترک کر دینا اس حدیث صحیح کے خلاف ہو گا۔ پس راجح یہ ہے کہ امام اور جماعت ایک اجتماعی دعا مانگیں۔ خواہ نماز کے بعد یا

خطبہ کے بعد اور جس موقع پر بھی مانگیں اس کو دعا کے لئے مخصوص اور مسنون نہ سمجھیں اور نماز کے بعد دعا مانگنے والے خطبہ کے بعد دعا مانگنے والوں کو ملامت نہ کریں اور اسی طرح خطبہ کے بعد دعا مانگنے والے نماز کے بعد دعا مانگنے والوں پر طعن نہ کریں۔ فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۲)

مفتی ظفر احمد عثمانی کا فتویٰ:

کسی خاص قضیہ کا حکم ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ احادیث میں اس کا نام بھی بالعمین وارد ہوا ہو بلکہ عموماً حدیث سے بھی احکام بکثرت ثابت کئے جاتے ہیں۔ اگر عموماً سے حکم ثابت نہ ہو سکے تو پھر دنیا کی بہت سی چیزوں کا جواز و استحباب ثابت نہ ہو سکے گا۔ مثلاً مدارس کا قائم کرنا تعلیم دین کے لئے مستحب ہے۔ حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے۔ ریل میں سفر کرنا جائز ہے۔ حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے، علیٰ ہذا پس بعد عیدین کے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنا گو صراحتاً احادیث میں نظر سے نہیں گزرا مگر بعض احادیث سے ہر نماز کے بعد دعاء کا مستحب ہونا ثابت ہے۔ نیز احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعاء کیا کرتے تھے۔

عن علی قال حدثني ابو بكر صدق ابو بكر انه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مامن عبد يذنب ذنبا فيحسن الطهور ثم يقوم فيصلي ركعتين ثم يستغفر الله الا غفر الله له ثم قرأ هذه الآية والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم الخ رواه ابو داؤد و سكت عنه (ص ۲۲۰ ج ۱) ولذا قال صاحب الحصن الحصين من اداب الدعاء استقبال القبلة والصلوة والبحثو على الركب و بسط اليدين ورفعهما (ص ۲۲ و ۲۳) وحديث رفع اليدين في الدعاء متواتر كذا في تدریب الراوى. (ص ۱۹۱)

میں عیدین کی نماز کے بعد مناجات و دعاء کرنا عموماً حدیث سے مستحب

ہے بلکہ ہر نماز کے بعد دعا کرنا مستحب ہے؛ واللہ اعلم ۲۱ رمضان ۲۱ھ
بعد تحریر جواب ہذا خاص مناجات بعد صلوة العید کے بارے میں روایات
دستیاب ہو گئیں وہی ہذہ۔

عن ام عطية قالت كنا نومران فخرج يوم العيد حتى تخرج
البكر من خدرها حتى تخرج الحيض فيكن خلف الناس
فيكبرن بتكبيرهم و يدعون بدعائهم يرجون بركة ذلك اليوم
و طهرته اذ اخرجته البخارى فى صحيحه كذا فى فتح البارى
ص ۳۸۶ ج ۲) و اخرج الترمذى عن ام عطية ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان يخرج الابكار والعواتق و ذوات
الخدود و الحيض فى العيدين فاما الحيض فيعتزلن المصلى و
يشهدن دعوة المسلمين الحديث (ص ۷۰) قال الترمذى
حديث ام عطية حديث حسن صحيح.

اس حدیث میں دعاء سے دعاء خطبہ مراد نہیں ہو سکتی، کیونکہ خطبہ میں صرف
امام دعاء کرتا ہے۔ سامعین دعا نہیں کر سکتے۔ اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حائض
عورتیں عیدین میں مردوں کے پیچھے کھڑی رہیں اور مردوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر
کہتیں اور ان کی دعاء کے ساتھ دعا کرتیں۔ اور اس سے مردوں اور عورتوں سب کا
دعاء کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یقیناً نماز سے پہلے تکبیر و دعاء کا وقت نہیں یقیناً نماز کے
بعد ہی دعا کی جاتی ہے اور ترمذی میں اسی حدیث کے اندر یہ الفاظ ہیں۔ و يشهدن
دعوة المسلمين کہ عورتیں مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوتی تھیں اس لیے عیدین
کی نماز کے بعد دعا کرنا جائز و مستحب یقیناً ہے۔ استجاب و جواز کا انکار نہیں ہو سکتا۔
(امداد الاحکام ج ۱ ص ۷۴ تا ۷۳)

علامہ ابن قیم کا موقف:

قدیم علماء کرام میں فرائض کے بعد دعا کے عدم جواز کے قائلین میں علامہ
ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم بھی شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان حضرات کو مطلق دعا کا انکار
نہیں بلکہ خلاف سنت اور منکر امور پر اعتراض ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ ارشاد
فرماتے ہیں:

والاجتماع على القراءة
والذكر والدعاء حسن اذا
لم يتخذ سنة راتبه ولا اقترن
به منكر من البدعة. (مختصر
فتاوى مصریه ص ۹۳۔ بحوالہ
اجتماعی دعا بعد نماز ص ۱۱)

یعنی اجتماعی دعا، قرآن اور ذکر مستحسن
امور ہیں جب تک کہ انہیں لازمی سنت
نہ سمجھا جائے اور اس کے ساتھ بدعت و
منکر کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

وقد تقدم ان دين الله وسط
بين الغالى والجافى عنه.
که اللہ کا پسندیدہ دین غالی اور جانی
کے درمیان درمیان ہے۔ (اجتماعی دعا
بعد نماز ص ۱۲) (الوصية الكبرى)

علامہ ابن تیمیہ کے تلمیذ رشید علامہ ابن قیم کا شمار بھی ان ہی علماء میں ہوتا ہے
جو فرائض کے بعد دعا کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں:

واما دعا بعد السلام من
الصلوة مستقبل القبلة سواء
للامام والمنفرد والمأموم
فلم يكن ذلك من هدى
النبي صلى الله عليه وسلم
اصلا ولا روى عنه باسناد

نماز کے بعد قبلہ رخ بیٹھ کر امام منفرد
اور مقتدی کا دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی
سنت سے ثابت نہیں ہے۔ نہ ہی صحیح یا
حسن سند ہی سے مروی ہے۔

(زاد المعاد ج ۱ ص ۲۵۷)

اصلا ولا روى عنه باسناد

ان المراد ابن القيم نفی الدعاء بعد الصلوة مطلقاً. علامہ ابن قیم کی مراد مطلق دعا بعد نماز سے نفی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے جس چیز کی نفی کی ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے بعد پابندی سے قبلہ رخ بیٹھ کر دعا مانگنا اور جب نمازی رخ پھیر لے یا مشروعی اذکار پڑھ لے تو پھر ان کے نزدیک بھی دعا کرنا منع نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۴)

علامہ موصوف نے بھی فرض نماز کے بعد دعا مسنون و مستحب ہونے کی صراحت و وضاحت فرمادی ہے۔ جس سے یہ اعتراض بے وقعت ہو جاتا ہے کہ وہ مطلق دعا کی مشروعیت سے انکاری ہیں۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم استغفر ثلاثاً. وقال اللهم انت السلام الخ. ولم بمکث مستقبل القبلة الا مقدار ما يقول ذلك بل يسرع الانفتال الی المامومین وکان ينتفل عن یمینہ وعن یسارہ.

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور اللهم انت السلام الخ والی دعا پڑھنے کے بعد قبلہ رو بیٹھتے پھر فوراً نمازیوں کی طرف رخ فرما لیتے کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۲۹۵)

علامہ موصوف مزید لکھتے ہیں:

”فرائض کے متصل بعد دعا ثابت نہیں۔ البتہ سلام پھیرنے کے بعد فرض نماز سے فارغ ہو کر اذکار مسنونہ اور درود شریف پڑھ کر دعا کرنا مستحب

صحیح ولاحسن.

علامہ احمد رضا بجنوری شارح بخاری رقمطراز ہیں:

”علامہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ جلد اول میں دو جگہ اور حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس دعا کو خلاف سنت قرار دیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ علامہ نے امام و مقتدی کے لئے دعا بعد الصلوة کو خلاف سنت کہا اور کہا کہ اصحاب امام شافعی و احمد نے امام و مقتدی کے لئے بعد نماز دعا کو جو لکھا ہے وہ خلاف سنت ہے۔ مگر منفرد کے لئے اس کو خلاف سنت قرار نہیں دیا۔ بلکہ صراحت کر دی کہ اگر منفرد نماز کے بعد دعا کرے گا۔ تو یہ خلاف سنت نہ ہوگا۔ (فتاویٰ ج ۱ ص ۲۰۴)

حافظ ابن قیم نے اگرچہ یہ لکھا ہے کہ جس طرح میرے استاذ ابن تیمیہ نے دعا قبل السلام کو ترجیح دی ہے۔ میں نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ مگر انہوں نے اپنے استاذ کے خلاف دعا بعد السلام من الصلوة مستقبل القبلة کو خواہ وہ منفرد سے ہو یا امام و مقتدی سے سب ہی کو خلاف سنت کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۷۵۔ انوار الباری جلد سیزدہم ص ۷۱)

علامہ ابن قیم کی مذکورہ بالا عبارت سے حسب ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

- ① موصوف کو نماز کے بعد مطلق دعا سے انکار نہیں۔
- ② نماز کے بعد ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھ کر دعا کو خلاف سنت کہتے ہیں۔
- ③ اس حکم میں امام، مقتدی اور منفرد سب ہی برابر ہیں، گویا جس طرح امام کو استمرار دعا کرنا ممنوع ہے اسی طرح منفرد کے لئے بھی ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھ کر دعا کرنا خلاف سنت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن قیم کے نظریات کو زیر دست جرح و تنقید کا نشانہ بنایا اور اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ لیکن طویل جرح و تعدیل کے اختتام پر لکھتے ہیں:

ہے۔“ (زاد المعاد ج ۳ ص ۲۵۶)

علامہ موصوف ان دعاؤں کا ذکر بھی کرتے ہیں جو فرض نماز کے بعد پڑھنا منقول ہیں:

وقد ذكر ابو حاتم في صحيحه ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول عند انصرافه من صلاته: اللهم اصلح لي ديني الذي جعلته عصمة امري واصلح لي دنياي التي جعلت فيها معاشي. اللهم اني اعوذ برضاك منك. لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد.

وذكره الحاكم (النيسابوري) في مستدرکه عن ابى ايوب. انه قال ماصليت وراء نبيكم صلى الله عليه وسلم الا سمعته حين ينصرف من صلاته يقول اللهم اغفر لي خطاياي وذنوبي كلها. الحديث. (زاد المعاد ج ۱ ص ۳۰۳)

علامہ موصوف کی ان تصریحات سے یہ بات بے غل و غش روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انہیں فرض نماز کے بعد دعا کے مسنون و مستحب ہونے کا انکار نہیں۔ بلکہ قبلہ رخ بیٹھ کر نماز کے متصل بعد ہمیشہ دعا کا معمول بنالینے کا انکار ہے۔

علامہ ظفر احمد اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اکثر حنا بلہ کا یہ خیال ہے کہ علامہ ابن قیم نے نماز کے بعد دعا کا جو انکار کیا ہے وہ مطلقاً ہر نماز کے بعد ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ نمازی سلام کے فوراً بعد قبلہ رخ بیٹھ کر ہمیشہ دعا کرنے کو معمول بنالے۔ انکار استمرار کا ہے اور اگر قبلہ سے چہرہ پھیرنے اور مسنون اذکار کے بعد دعا کر لینے میں حرج نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں جیسا کہ ہم نے متن میں ذکر کیا ہے نفی دعا کی استمرار اہی ہے۔“

فثبت ان الدعاء مستحب ان روایات سے ثابت ہوا کہ فرض نماز

بعد كل صلوة مكتوبة کے متصلاً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا متصلاً بہا برفع الیدین کما مستحب ہے۔ جیسا کہ ہمارے شہروں ہو شائع فی دیارنا و دیار اور دیگر تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا عام المسلمین قاطبہ۔ معمول ہے۔ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۴)

جو حضرات علامہ ابن قیم کے قول کو اپنے نظریہ کی اساس اور محور قرار دے کر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں، شاید انہوں نے موصوف کی عبارت کو بنظر غائر نہیں دیکھا، ورنہ ان پر یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی کہ علامہ جس طرح امام و مقتدی کے لئے نماز کے بعد دعا خلاف سنت قرار دیتے ہیں، اسی طرح وہ منفرد کی دعا بعد نماز خلاف سنت گردانتے ہیں، جب یہ حضرات منفرد کی دعا بعد فرض نماز مطابق سنت کہتے ہیں، گویا اپنی مطلب برآری کے لئے علامہ کی عبارت کا سہارا مرغوب ہے۔ لیکن جس غلطی کے خود مرتکب ہیں وہاں علامہ ابن قیم کا فتویٰ درخور اعتنا سمجھا گیا۔

امام رخ پھیر لے:

سلام پھیرنے کے بعد امام کے لئے جائز ہے کہ وہ دائیں یا بائیں یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائے۔ خاص طور پر جن نمازوں کے بعد ذکر طویل ہو جیسے فجر اور عصر۔ ان کے بعد عام طور پر تسبیح فاطمہ وغیرہ پڑھی جاتی ہے۔ امام کو رخ ضرور بدل لینا چاہئے۔ تاکہ بعد میں آنے والے نمازی کو جماعت ختم ہونے یا نہ ختم ہونے کا کوئی مغالطہ یا اشتباہ نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات دائیں طرف پلٹ کر تشریف فرما ہوتے اور کبھی بائیں طرف پلٹ کر بیٹھتے تھے اور کبھی کبھار مقتدیوں کی جانب رخ انور کر کے تشریف فرما ہوتے تھے۔

حدیث: سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى صلوة اقبل
رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا رخ ہماری طرف پھیر کر

علینا بوجہہ.

حدیث:

عن انس قال اما انا اکثر ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ. (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۷)

حدیث:

کان انس بن مالک ینفتل عن یمینہ و عن یسارہ و یعیب علی من یتوخی او من تعمد الانفتال عن یمینہ. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۸)

حدیث:

عن سعد بن ابی وقاص قال کنت اری رسول اللہ علیہ وسلم یسلم عن یمینہ و عن یسارہ حتی اری بیاض خدہ. (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۶)

حدیث:

قال عبد اللہ بن مسعود لا

بیٹھتے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اکثر دائیں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے بعد دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے بھی پلٹ کر بیٹھتے تھے۔ اور اس شخص پر نکتہ چینی کرتے جو صرف دائیں طرف پلٹنے کا قصد کرتا تھا۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے وقت دائیں جانب اور بائیں جانب رخ پھیرتے تھے اور چہرہ مبارک داہنی اور بائیں جانب اتنا پھیرتے تھے کہ آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

یجعل احدکم للشیطان شیاً من صلاتہ یری ان حقاً علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ. لقد رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۸ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۷)

عنه کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے۔ یعنی وہ یہ خیال کرنے لگے کہ اس پر ضروری ہے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پلٹے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت مرتبہ دیکھا کہ آپ بائیں طرف پلٹ کر تشریف فرما ہوئے ہیں۔

مشائخ دیوبند کی رائے گرامی:

ان احادیث کے بیان کرنے کے بعد مفتی عزیز الرحمن تحریر فرماتے ہیں: ان روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اکثر اوقات داہنی طرف کو بیٹھتے تھے اور منصرف ہوتے تھے اور کبھی بائیں طرف کو اور کبھی اقبال علی الناس بوجہ فرماتے تھے اس سے یہ بھی مطلب حاصل ہو سکتا ہے کہ متدبر قبلہ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور یہ بھی اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ یہ اقبال بوجہ وہی ہے جس کو یمین اور یسار کی طرف انصراف سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے بھی اس میں اختیار دیا ہے کہ خواہ داہنی طرف ہو کر بیٹھے اور خواہ بائیں طرف کو اور خواہ مستقبل الی الناس اور متدبر قبلہ ہو کر بیٹھے۔

جیسا کہ در مختار ج ۱ ص ۳۹۲ باب صفة الصلوة میں ہے:

و فی الخانیة ینسحب للامام ان تحول لیمین القبلة یعنی یسار المصلی الخ. واستقبالہ الناس بوجہہ الخ.

اور اکثر فعل آنحضرت ﷺ کا داہنی طرف ہو کر بیٹھنے کا تھا۔ کما ذکرہ

الشراح و علیہ العمل اکابرنا کا الشیخ المحدث گنگوہی و مولانا النانوتوی قدس اللہ اسرارہا. (فتویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۹۳، ۱۹۲)

امام کا سبانی کی رائے گرامی:

امام کا رخ پھرنے کے متعلق جو مختلف روایات پائی جاتی ہیں ان سے حسب ذیل کیفیت سامنے آتی ہے۔ امام بخاریؒ کی حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنا چہرہ مبارک نمازیوں کی طرف کر کے بیٹھتے تھے۔ امام مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف چہرہ انور پھرتے تھے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بارہا دیکھا کہ آپ بائیں طرف پھر کر بیٹھتے تھے۔ گویا کہ تین کیفیات معلوم ہوئیں نمازیوں کی طرف رخ کرنا۔ دائیں طرف مڑ کر بیٹھنا اور بائیں طرف پھر کر بیٹھنا۔

امام کا سبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام نماز سے فارغ ہو اور نماز کے بعد سنتیں نہ ہوں جیسے نماز فجر اور نماز عصر تو امام چاہے تو اٹھ کھڑا ہو اور چاہے دعا میں مصروف ہو کر وہیں بیٹھا رہے مگر اس صورت میں قبلہ رخ بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے نماز میں مشغولیت کا شبہ ہو سکتا ہے۔ لہذا امام اگر نماز کے بعد بیٹھنا چاہتا ہے تو مقتدیوں کی طرف منہ کر لے بشرطیکہ اس کے بالکل سامنے کوئی نماز میں مصروف نہ ہو۔ دائیں طرف پھرنا یا بائیں طرف پھرنا دونوں جائز ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ نماز میں مشغولیت کا شبہ زائل ہو جائے اگر نماز کے بعد سنت ہے تو امام کے لئے بیٹھا رہنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں مکروہ سمجھا گیا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۵۹)

سنتوں کے لئے جگہ بدلنے کی حکمت:

جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں پڑھنا ہوں مثلاً ظہر، مغرب، عشاء تو جگہ بدل کر پڑھنا افضل ہے تا کہ قیامت کے دن وہ جگہ بھی نمازی کے حق میں گواہ بن سکے۔ جہاں اس نے نماز میں سجدہ ادا کیا۔ امام کو بھی جگہ بدل دینی چاہئے اور مقتدیوں کو بھی۔ بشرطیکہ جگہ بدلنے کی گنجائش ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۶۰، مبسوط شرحی ج ۱ ص ۳۸)

علاوہ ازیں ایک نماز کے بعد دوسری نماز شروع کرنے کے درمیان فصل بھی ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ادھر ایک نماز سے سلام پھیرا اور فوراً دوسری کی نیت باندھ لی۔ مسنون و مستحب یہ ہے کہ سلام پھرنے کے بعد استغفار پڑھ لے یا کوئی اور وردیا دعا کر لے۔ یا پہلی جگہ سے آگے پیچھے ہٹ جائے یہ ساری صورتیں فصل میں داخل ہیں۔

حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا.

پھر ارشاد فرمایا تم جانتے ہو اخبار کیا ہیں؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا زمین کی اخبار سے مراد ہر انسان مرد اور عورت کے وہ اعمال ہیں جو زمین کی پشت پر کئے گئے ہیں۔ قیامت کے دن زمین ان اعمال کی گواہی دے گی۔ (ترمذی بحوالہ اعلیٰ السنن ج ۳ ص ۱۹۱)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ زمین کی پشت پر جتنی کثرت سے نماز میں سجدے کئے جائیں گے۔ قیامت کے دن وہ تمام جگہیں نمازی کے حق میں گواہی دیں گی۔ (اعلیٰ السنن ج ۳ ص ۱۹۱، مراقی الفلاح ج ۱ ص ۱۷۱)

امام قرطبی سورہ دخان کی آیت نمبر ۲۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ وَالسَّمَاءُ وَالْأَرْضُ. سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

”مسلمان زمین پر جہاں عبادت کرتا ہے۔ اور آسمان میں جہاں سے اس کے نیک اعمال چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے فوت ہو جانے پر روتے ہیں۔“

اور حضرت عطا خراسانی سے روایت ہے کہ آدمی زمین پر جہاں نماز میں سجدہ کرتا ہے۔ وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی اور جب وہ

آدمی مرجاتا ہے تو وہ مقامات اس کے فراق میں روتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۱۴۰)
حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگ (فرض سے فراغت کے بعد) نوافل وغیرہ میں آگے پیچھے دائیں بائیں ہٹنے سے بھی عاجز ہو۔ (یعنی اتنا تو ہٹ جانا چاہئے) (ابی داؤد ج ۱ ص ۱۰۰)

حدیث:

عن المغيرة قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم
لا يصلى الامام فى الموضع
الذى صلى فيه حتى
يتحول.
حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اس
جگہ نماز نہ پڑھے جہاں فرض نماز پڑھ
چکا ہے یہاں تک کہ جگہ بدل دے۔
(سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۶۴)

حدیث: ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں کہ ہمارے امام ابو رمثہؓ نے ہمیں
نماز پڑھائی انہوں نے کہا کہ میں نے یہ نماز یا اسی طرح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے
ساتھ پڑھی اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی پہلی صف میں حضور ﷺ
کے دائیں جانب کھڑے تھے۔ ایک آدمی تکبیر اولیٰ سے نماز میں شریک تھا جب
حضور ﷺ نے نماز پڑھائی پھر دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا یہاں تک کہ ہم
نے حضور ﷺ کے دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھی۔ پھر آپ ﷺ پلٹے جس طرح
میں پلٹا ہوں۔ پس وہ آدمی جو تکبیر اولیٰ سے نماز میں شامل تھا۔ دو رکعت کی نیت
باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ جلدی سے اس کی طرف بڑھے۔ اس کا کندھا پکڑ کر
جھنجھوڑا اور فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اہل کتاب کے ہلاک ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ان کی
نمازوں کے درمیان فصل نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نگاہ اٹھائی اور فرمایا اے
ابن خطابؓ۔ اللہ نے تمہیں صحیح بات تک پہنچایا۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۰۱، ابواب
تفريح استفتاح الصلوة باب فى الرجل يتطوع فى مكانه الذى صلى فيه المكتوبة)

دعاء استسقاء میں ہاتھ اٹھانے کی کیفیت:

حضور اقدس ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ عموماً ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔
بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ نے صرف دعاء استسقاء میں ہاتھ اٹھائے ہیں۔
اس کے علاوہ کسی بھی دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔ اور وہ حضرات حضرت انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جسے صحیح بخاری و صحیح مسلم نے روایت کیا ہے سے
استدلال کرتے ہیں۔

حدیث:

عن انس بن مالك قال
كان النبی الله صلى الله
عليه وسلم لا يرفع يديه فى
شيئ من دعائه الا فى
الاستسقاء، وانه يرفع حتى
يرى بياض ابطيه. (صحیح
بخاری ج ۱ ص ۱۴۰، صحیح
مسلم ج ۱ ص ۲۹۳)

اگرچہ حدیث کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ استسقاء کے علاوہ کسی بھی
دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بہت سی صحیح احادیث میں عمومی
دعاؤں میں آپ کا ہاتھ اٹھانا واضح اور صریح ثبوت موجود ہے۔ جس کی تفصیل سابقہ
احادیث میں بیان ہو چکی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

یہ بات دیگر احادیث کے منافی ہے۔ جب کہ کثیر روایات میں رسول
اللہ ﷺ کا دعا میں ہاتھ اٹھانا صراحتاً ثابت ہے۔ خود امام بخاری نے ”کتاب
الدعوات“ میں ایسی احادیث بیان کی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کا دعا میں ہاتھ

اٹھانا مذکور ہے۔

اس لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز استسقاء کی دعا میں بہت زیادہ ہاتھ اٹھائے ہیں اس قدر زیادہ آپ نے کسی اور دعا میں ہاتھ بلند نہیں فرمائے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۱۷)

علامہ عسقلانی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فی اثبات رفع الیدین فی الدعاء احادیث کثیرة افردها المنذری فی جزء سرد منها النووی فی الاذکار و شرح المہذب جملة و عقدها البخاری ایضاً فی الادب المفرد. (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۴۲)

عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کے ثبوت کے متعلق حافظ منذری نے مستقل ایک جز میں بہت سی احادیث کو جمع فرمایا۔ جن میں سے بعض کو امام نووی نے کتاب الاذکار اور شرح مہذب ج ۳ ص ۲۲۸ تا ۲۵۰ میں نقل فرمادیا ہے۔ دعا میں اثبات رفع یدین کے لئے امام بخاری نے اپنی کتاب ”الادب المفرد“ ص ۱۵۹ میں مستقل باب قائم فرمایا ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

”میں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم یا ان میں سے کسی ایک مصنف کی بیان کردہ تقریباً تیس ایسی احادیث جمع کی ہیں۔ جو استسقاء کے علاوہ دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق صریح ہیں۔ میں نے انہیں شرح مہذب میں ابواب صفة الصلوة کے آخر میں ذکر کیا ہے۔“

(شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۳)

مذکورہ احادیث شرح مہذب ج ۳ ص ۲۲۸ تا ۲۵۰ پر ”فرع فی استحباب رفع الیدین فی الدعاء خارج الصلاة و بیان جملة من الاحادیث

الواردة فیہ“ کے عنوان کے تحت دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنن ابوداؤد میں روایت ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستسقی ہکذا و مدیدہ وجعل بطونہما مما یلی الارض حتی رایت بیاض ابطیہ. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۵ باب رفع الیدین فی الاستسقاء)

رسول اللہ ﷺ طلب باران رحمت کے لئے دعا میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتے اور ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلی زمین کی طرف اور پشت آسمان کی طرف کر کے دعا میں اس قدر ہاتھ بلند کئے کہ میں نے آپ کے بغل مبارک کی سفید چمک کو بھی دیکھ لیا۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

ويتناول هذا الحديث علی انه لم يرفع الرفع البلیغ بحيث یری بیاض ابطیہ الا فی الاستسقاء. (مسلم ج ۱ ص ۲۹۳)

حدیث انس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ آپ عام دعاؤں میں اس قدر زیادہ بلند ہاتھ نہیں کرتے تھے کہ آپ کے بغل مبارک کی سفیدی نظر آجائے سوائے دعاء استسقاء کے۔

یہی مطلب علامہ قسطلانی نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ ابی مالکی نے شرح مسلم میں امام شافعی کا قول نقل کیا ہے۔

المعنی لا یرفعہما کل الرفع حتی تجاوزا راسہ و یری بیاض ابطیہ الا فی الاستسقاء لانه ثبت رفع الایدی فی کل ادعیہ.

(اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۵ بحوالہ تحفة المطلوبہ ص ۱۰۹)

ان تشریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ حدیث انس میں عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کی نفی مقصود نہیں بلکہ اس مخصوص کیفیت کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کی نفی ہے جو استسقاء میں آپ کا معمول تھا۔

نماز کے بعد ذکر جہر کی ممانعت

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نماز کے بعد دعا سراً کرنا افضل ہے۔ بلند آواز سے دعا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ اسی طرح ذکر بھی خفی افضل ہے۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ فرض نماز کے بعد ذکر جہر مسنون ہے۔ لہذا محدثین اور فقہاء کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث:

عن ابن عباس قال كنت
اعرف انقضاء الصلوة النبي
صلى الله عليه وسلم
بالتكبير.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے
ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی تکبیر سن کر
جان لیتا کہ نماز ختم ہو گئی ہے۔ (صحیح
بخاری ج ۱ ص ۱۱۷۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۷)

اس روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ اور تکبیر کی آواز سن کر انہیں نماز ختم ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اس لئے محدثین نے پہلے چند احتمالات بیان کئے ہیں اور اس کے بعد حدیث کے مضمون پر بحث کی ہے۔

① قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ابن عباس چھوٹے بچے تھے۔ اس لئے نماز میں پابندی سے حاضر نہیں ہوتے تھے۔

② ممکن ہے کہ ابن عباس آخری صفوں میں ہوتے ہوں (کیونکہ بچوں کی صفیں مردوں کی صفوں کے بعد ہوتی تھیں) اس وجہ سے سلام کی آواز صحیح سنائی نہ دینے کی بنا پر تکبیر کی آواز سن کر نماز ختم ہونے کا پتہ چلتا ہوگا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۶ عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

قال ابن بطلال وقول ابن
عباس كان على عهد النبي
صلى الله عليه وسلم.

”عہد نبوی“ کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ
جس وقت حضرت ابن عباس یہ بیان
فرما رہے تھے اس دور میں نماز کے بعد
تکبیر اونچی آواز سے نہیں کہی جاتی
تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ممکن ہے اس تکبیر سے مراد تکبیر تشریق ہو جو حج کے موقع پر منیٰ میں با آواز بلند
کہی جاتی تھی۔ (اشتعة اللمعات ج ۱ ص ۴۱۸)

حدیث:

عن عبدالله بن الزبير قال
كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم اذا سلم من
صلاته يقول بصوته الاعلى
لا اله الا الله وحده لا
شريك له. له الملك وله
الحمد وهو على كل شيء
قدير. لا حول ولا قوة الا
بالله. لا اله الا الله ولا نعبد
الا اياه. له النعمة وله
الفضل وله الثناء الحسن لا
اله الا الله مخلصين له
الدين ولو كره الكافرون.

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام
پھیرتے تو بلند آواز سے یہ کلمات پڑھا
کرتے تھے۔ لا اله الا اللہ وحده لا
شریک له الخ۔ (رواہ مسلم ج ۱ ص ۲۱۸)

(مشکوٰۃ)

امام نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کتاب مہذب میں لکھتے ہیں:

”یہ دعا اور اس کے علاوہ دیگر دعاؤں کو آہستہ پڑھنا افضل ہے۔ خواہ امام ہو یا منفرد ہو اگر کوئی دعا کسی کو سکھانا مقصود ہو تو بلند آواز سے پڑھ لینا جائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا بلند آواز سے پڑھنا بھی اسی پر محمول کیا گیا ہے۔ چونکہ آپ کو یہ دعا صحابہ کو سکھانا مقصود تھا۔ اس لئے آپ بلند آواز سے پڑھتے تھے اور جب لوگوں کو دعا یاد ہو گئی تو اسے آہستہ آواز سے پڑھنا ہی افضل ہے۔ ائمہ مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ ذکر اور تکبیر وغیرہ بلند آواز سے نہ ہو بلکہ آہستہ آواز ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے وقتی طور پر بطور تعلیم اونچی آواز سے نماز کے بعد دعا وغیرہ پڑھی پڑھائی تھی یہ دستور ہمیشہ کا نہیں تھا۔ (شرح نووی مسلم ج ۱ ص ۲۱۷)

حدیث :-

عن ابی موسیٰ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فجعل الناس یجھرون بالتکبیر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایہا الناس اربعوا علی انفسکم انکم لیس تدعون اصم ولا غائباً. انکم تدعون سمیعاً قریباً وهو معکم.

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ صحابہ کرام بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم جس ذات کو پکارتے ہو وہ تو سنتا ہے اور تمہارے قریب بھی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۶)

امام نووی المتونی ص ۶۷۷ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

محدث ابن بطلال اور دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ تمام اصحاب مذاہب (یعنی ائمہ اربعہ) جن کی پیروی کی جاتی ہے اور دوسرے علماء بھی اس پر متفق ہیں کہ نماز

کے بعد بلند آواز سے تکبیر اور ذکر کرنا مستحب نہیں۔

اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس ذکر جہر کا بیان اس روایت میں ہے وہ محض تعلیم کی غرض سے احیاناً تھا ہمیشہ اختتام نماز پر ذکر جہر کا معمول نہیں تھا۔ بلکہ کچھ عرصہ کے لئے تعلیم کی غرض سے ایسا کیا گیا تھا۔ (حاشیہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۷)

اور یہی تفصیلات علامہ عینی نے بھی ارقام فرمائی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۲۶)

علامہ حلبی لکھتے ہیں:

ولابی حنیفة ان رفع الصوت بالذکر بدعة مخالفة للامر فی قوله تعالیٰ اذعوا ربکم الایة.

حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے اور چپکے

(کبیری ص ۵۶۶) پکارو۔

علامہ صفدر کی تحقیق اینق:

محقق دوران محدث عظیم مولانا سرفراز خان صفدر مذکورہ روایت پر علمی تنقید و تنقیح اور جرح سے قابل رشک تحقیق اینق پیش کرتے ہیں۔

”یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں مسلم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے اور مشکوٰۃ میں بصوتہ الأعلیٰ کے الفاظ موجود ہیں۔ یہ روایت مسلم ج ۱ ص ۲۱۸ میں موجود ہے۔ لیکن اس میں سرے سے بصوتہ الأعلیٰ کے الفاظ ہی موجود نہیں ہیں اور نزاع بھی صرف اس جملہ میں ہے، نفس ذکر کا کوئی منکر نہیں ہے۔

اس روایت کو امام بیہقی نے سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۵ طبع (دائرة المعارف حیدرآباد دکن) میں مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن اس میں بھی بصوتہ الأعلیٰ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

علامہ ابوالبرکات مجد الدین عبدالسلام ابن تیمیہ الحنبلی (المتونی ۶۵۲ھ)

اس روایت کو نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں رواہ مسلم و ابو داؤد و النسائی (منتقى الاخبار مع اللیل ج ۲ ص ۳۱۶ طبع مصر) لیکن اس میں بھی بصوتہ الأعلیٰ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

جب یہ الفاظ ثابت نہیں تو قرآن کریم کی نصوص قطعیہ صحیح احادیث اور حضرات مفسرین کرام اور حضرات فقہاء ملت کی تصریحات کے مقابلہ میں اس سے استدلال کا کیا معنی؟

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی اسی روایت میں بصوتہ الأعلیٰ کے الفاظ امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب الام ج ۱ ص ۱۱۰ طبع بولاق مصر میں نقل کئے ہیں۔ اور انہیں کے حوالہ سے امام ابن الحاج المالکی نے المدخل ج ۱ ص ۱۰۸ طبع مصر میں اور علامہ الساعاتی نے بلوغ الامانی ج ۲ ص ۱۷۱ طبع مصر میں نقل کئے ہیں۔ اور اس کی سند میں ابراہیم بن محمد واقع ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ اگر کسی بلندی سے گر جاتے تو ان کے لئے زیادہ عزیز تھا بہ نسبت اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے۔ امام یحییٰ بن سعید ان کو کذاب کہتے ہیں۔ وہ کذاب قدری اور رافضی تھا وغیرہ ذلک الخ۔ یہ ہے بصوتہ الأعلیٰ کا راوی لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کا وہی جواب کافی ہے۔ جو حضرت امام شافعی نے دیا ہے کہ برائے تعلیم تھوڑا عرصہ آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے یہ پڑھا نہ یہ کہ اس پر مداومت فرمائی اور حضرت امام شافعی کے حوالہ سے یہی جواب شراح حدیث اور حضرات فقہاء اسلام نے نقل کیا ہے۔ حضرت ملا علی القاری بصوتہ الأعلیٰ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ تعلیماً لمن حضر معه من الملائ (مرقات ج ۲ ص ۳۵۸) آپ نے یہ جہر حاضرین کی جماعت کی تعلیم کے لئے کیا تھا اور تعلیم کے لئے جہر بقدر ضرورت جائز ہے۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وایں حدیث صریح است در جہر بذكر کہ آنحضرت ﷺ با آواز بلند میخواند اما بعض علماء گفته اند کہ بلند خواندن آنحضرت ﷺ برائے تعلیم اصحاب بود و نووی در مہذب گفته کہ افضل اخفاء است دریں دعا و جز آں خواہ امام بود یا منفرد مگر آنکہ حاجت تعلیم بود و ہم بریں حمل کردہ شدہ است جہر رسول خدا ﷺ باں و بعد از آنکہ محفوظ گشت افضل اخفاء است و حق آنست کہ اوقات مختلف است گاہے ذوق حضور در اخفاء است و ہدو گاہے در جہر شوق و گرمی سے افزائد و جہر بذكر مشرع است بلاشبہ اہتمی (اشعۃ الملمعات ج ۱ ص ۲۱۰ طبع مصطفائی و طبع لاہور ج ۱ ص ۴۱۹)

اور یہ حدیث ذکر بالجہر کے متعلق صریح ہے کہ آنحضرت ﷺ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا بلند آواز سے پڑھنا حضرات صحابہ کرام کی تعلیم کی خاطر تھا اور امام نووی نے مہذب میں کہا ہے کہ اس دعا میں بھی اور دوسری دعاؤں میں بھی افضل یہی ہے کہ امام ہو یا منفرد آہستہ پڑھے مگر یہ کہ تعلیم کی ضرورت پڑے اور آنحضرت ﷺ کے اس جہر کو اس پر حمل کیا گیا ہے اور جب دعائیں یاد ہو جائیں تو اس وقت آہستہ پڑھنا ہی افضل ہے اور حق یہ ہے کہ اوقات مختلف ہیں کبھی ذوق حضور اخفاء میں مد ہوتا ہے اور کبھی جہر میں شوق اور گرمی بڑھتی ہے اور ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ صاحب کے نزدیک حالات مختلف ہیں کسی مقام پر جہر (وہی مقام جہاں شرعاً جہر ماثور و منقول ہے جیسا کہ لمعات کے حوالہ سے یہ بات پہلے گذر چکی ہے) اور کسی مقام پر اخفاء زیادہ افضل اور بہتر ہے ہاں تعلیم کا مسئلہ الگ ہے اور ایک مقام میں نمازوں کے بعد اذکار کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:

فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقات و قد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة و يتصاحبون بالكلام و مذاكرة العلم و غيره مدة مدیة ثم اذا صلوا يتصاحبون فاین هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مكروهة حينئذ و انها من البدع المذمومة.

بے شک مشروع مصافحہ کا محل شروع ملاقات کا موقع ہے۔ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ملتے ہیں بغیر مصافحہ کے اور دیر تک ادھر ادھر کی اور علم وغیرہ کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ کہاں کی سنت ہے؟ اسی لئے بعض علماء نے تو صراحتاً لکھ دیا ہے کہ یہ طریقہ مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ ہے! (ایضاً) (مطبوعہ ملتان مرقاۃ ج ۹ ص ۷۴) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۶۷۶)

مجالس الا برار میں ہے: واما المصافحة فسنة عند التلاقی الخ اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے کیونکہ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔ (م ۸۴ ص ۳۹۲)

ملاقات کے شروع میں یعنی جیسے ہی ملاقات اور سلام و جواب ہو اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت جو مصافحہ کئے جاتے ہیں مثلاً نماز فجر و نماز عصر و نماز جمعہ یا نماز عیدین وغیرہ کے بعد جو مصافحہ کیا جاتا ہے اور اس کو سنت سمجھا جاتا ہے یہ غلط ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

شامی میں ہے:

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحه نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ صحابہ بعد نماز مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے

و در حدیث مسلم آمدہ کہ ایں دعاء را با علی صوت می گفت و بعضی علماء گفته اند کہ افضل در جمیع انواع اخفاء یست در ذکر و در دعاء ہم امام را وہم منفرد در او جہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے تعلیم بود و اگر در جائے دیگر امام را مصلحت در جہر و اعلان بود و بقصد تعلیم و اعلام کند درست است بلکہ مستحسن باشد۔ (مدارج النبوة ج ۱ ص ۳۳۸ طبع نولکشور)

مسلم کی روایت میں (جس کی مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے۔ صفر) آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے یہ دعاء پڑھی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ افضل تمام انواع میں اخفاء ہے۔ عام اس سے کہ ذکر ہو یا دعاء۔ امام ہو یا منفرد اور آنحضرت ﷺ کا جہر فرمانا تعلیم کی خاطر تھا اور کسی ایسی ہی جگہ میں اگر امام کو جہر اور اعلان کی مصلحت درپیش ہو اور تعلیم اور اظہار کا مقصد ہو تو اس موقع پر بلند آواز سے پڑھنا درست ہی نہیں بلکہ مستحسن بھی ہے۔ (حکم ذکر بالجہر ص ۱۷۵ تا ۱۸۰ ملخصاً)

نماز کے بعد مصافحہ بدعت ہے:

مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری رقمطراز ہیں:

مصافحہ حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت وارد ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

ما من مسلمین يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يتفرقا. (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۷)

جب دو مسلمان مل کر باہم مصافحہ کریں تو ان کو جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ مسلمانوں کی باہم ملاقات کے وقت بعد سلام کے مسنون اور مشروع ہے اور چونکہ مصافحہ تکملہ سلام ہے تو بعد سلام کے ہونا چاہئے۔

المصافحة بعد اداء الصلوة لكل حال لان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ما صافحوا بعد اداء الصلوة ولانها من سنن الروافض ۱۵. ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل لها في الشرع وانه ينتبه فاعله اولو يعرف ثانياً ثم قال وقال ابن الحاج من المالكية في المدخل انها من البدع و موضع المصافحة في الشرع انما هو عند لقاء المسلم لآخيه لا في ادبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهي عن ذلك و يزجر فاعله لما اتى به من خلاف السنة ۱۵.

اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں یہ قابل کراہیت بدعت ہے شریعت محمدی میں اس کی کوئی اصلیت نہیں اس کے کرنے والے کو پہلی دفعہ میں تنبیہ کر دی جائے (نہ مانے تو) دوسری دفعہ میں اس کو سزا دی جائے۔ اور ابن الحاج مالکی ”مدخل“ میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ بھی ایک بدعت ہے شریعت میں مصافحہ کرنے کا وقت وہ بتایا گیا ہے جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے نمازوں کے بعد نہیں۔ پس جہاں شریعت نے مصافحہ رکھا ہے وہیں مصافحہ کرے (اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں مثلاً نمازوں کے بعد) مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے اور کرنے والے کو جو سنت کے خلاف عمل کر رہا ہے سختی سے منع کیا جائے۔ (شامی ج ۵ ص ۳۳۶۔ یہی مضمون مجالس

الابرار میں بھی ہے ص ۵۰ ص ۲۹۸)

بہر حال اصل مسئلہ یہی ہے۔ البتہ لوگوں کے حالات بہت نازک ہو چکے ہیں۔ مزاج بگڑ چکے ہیں۔ بات بات پر لڑائیاں ہوتی ہیں۔ بدگمانیاں پھیلتی ہیں۔ لہذا رفع فتنہ کے طور پر علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو

اپنا ہاتھ کھینچ کر ایسی شکل نہ پیدا کرنی چاہئے کہ اس کو بدگمانی شکایت اور رنج ہو۔ (شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۵۷۵۔ فقط واللہ اعلم بالصواب مرقاۃ ج ۹ ص ۷۴ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ فتاویٰ رحمیہ ج ۲ ص ۳۲۰-۳۲۲ ج ۳ ص ۷۲-۷۳)

نوافل کے بعد اجتماعی دعا بدعت ہے:

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ مسجد میں فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لینے کے بعد سنتیں اور نوافل اپنے حجرہ انور میں ادا فرماتے تھے اور صحابہ کو بھی ترغیب دیتے کہ گھروں میں سنتیں اور نوافل پڑھ کر گھر نماز کے انوار و برکات سے منور کرو۔ تو اس طرح جب مسجد میں آپ خود اور صحابہ سنت و نفل نہیں پڑھتے تھے تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد اجتماعی دعا بھی یقیناً نہیں ہوتی تھی۔

حدیث:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم و لا تتخذوها قبورا۔
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں نفل نماز پڑھا کرو اور گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۵)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے سوا، نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۲)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فان خیر صلوة المر فی بیتہ الا الصلوة المکتوبة۔
آدمی کی سب سے افضل نماز وہ ہے جو اپنے گھر میں ادا کرتا ہے سوا فرض نماز کے (یعنی فرض نماز کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے) (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۶)

نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے)

حدیث:

انه صلى الله عليه وسلم
سئل ايما افضل؟ الصلاة
في البيت او الصلاة في
المسجد. فقال الاترى الى
بيتي ما اقربه الى المسجد.
فلان اصلى في بيتي احب
الي من ان اصلى في
المسجد الا ان تكون
مكتوبة.

حدیث:

عن عبدالله بن شقيق قال
سالت عائشة رضي الله
تعالى عنها عن صلاة رسول
الله صلى الله عليه وسلم
فقال قلت كان يصلي في بيتي
قبل الظهر اربعاً ثم يخرج
فيصلي بالناس الظهر ثم
يدخل فيصلي ركعتين ثم
يخرج فيصلي بالناس
العصر ويصلي بالناس
المغرب ثم يدخل فيصلي
ركعتين. ثم يصلي بالناس
العشاء و يدخل في بيتي

آپ سے دریافت کیا گیا مکان میں نماز
پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں؟ آپ نے
ارشاد فرمایا تم نہیں دیکھتے کہ میرا مکان
مسجد کے کس قدر قریب ہے لیکن اس پر
بھی مجھے یہ زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ
میں اپنے مکان میں ہی نماز (نفل)
پڑھوں۔ البتہ فرض نماز کے واسطے مسجد
مقرر کی گئی ہے۔ (الترغیب والترہیب
ج ۱ ص ۲۷۹)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول
اللہ ﷺ کی نماز کا حال دریافت کیا۔ تو
انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ
میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں
پڑھتے تھے۔ پھر باہر تشریف لے جاتے
اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے۔ پھر اندر
تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے، پھر
عصر کے وقت باہر جاتے اور عصر کی نماز
پڑھاتے اور مغرب کے وقت مغرب کی
نماز پڑھاتے پھر اندر آ کر دو رکعتیں
پڑھتے پھر لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے

فیصلي ركعتين. (صحیح
مسلم ج ۱ ص ۲۵۲)
اور میرے گھر میں آ کر دو رکعتیں پڑھتے
تھے۔
حدیث:

عن ابن عباس كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم
يطيل القراءة في الركعتين
بعد المغرب حتى يتفرق
اهل المسجد. (ابوداؤد ج ۱
ص ۱۳۰ باب ركعتي المغرب
این تصلیان ابواب التطوع)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں
ایک رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔
پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں سو آپ کے اور کوئی باقی نہ رہا۔
(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۱ بحوالہ فتاویٰ رحمیہ ج ۱ ص ۲۱۷)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: فرض نماز ادا کرنے کے بعد کیا اتنے سے کام میں تمہیں تکلیف ہوتی ہے کہ ان
فرضوں کے مقام سے آگے یا پیچھے ہو جاؤ یا داہنی جانب یا بائیں جانب ہو جاؤ۔
(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۰ باب الرجل يتطوع في مكان الذي صلى فيه)

جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں ہیں تو امام اپنے فرضوں کی جگہ سے دائیں
بائیں یا پیچھے ہٹ کر یا اپنے گھر میں جا کر سنتیں پڑھے۔ (حلی کبیر ص ۳۴۴)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نہ تو مسجد
میں اجتماعی طور پر سنتیں اور نفل پڑھے جاتے تھے اور نہ ہی امام و مقتدی مل کر دعائے مانگنے
کا دستور تھا۔ لہذا سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر امام اور مقتدی حضرات کی اجتماعی

دعا خلاف سنت اور بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد والی سنتیں گھر میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے اور جب کہ رسول خدا ﷺ کا خود اس پر عمل تھا اور صحابہ کرام کو بھی آپ نے یہ فرما دیا اور تعلیم کر دی تھی کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر ہے کہ صحابہ کرام بھی سنتیں نفل میں اپنے گھروں میں جا کر پڑھتے ہوں گے اور شاذ و نادر کوئی شخص مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوگا۔ اور پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ گھر میں سنتیں پڑھ کر دعا کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہوں یا صحابہ اپنے گھروں سے سنتیں پڑھ کر دعا کے لئے مسجد میں دوبارہ آ کر جمع ہوتے ہوں۔

مفتی اعظم ہند کا فتویٰ:

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رقمطراز ہیں:

”احادیث و فقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلاثہ میں دعاء کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں، نفلیں پڑھ کر ساری جماعت دعاء مانگتی ہو اور جب اس پر یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک ان کا انتظار کرے اور پھر ”الفاتحہ“ بلند آواز سے کہہ کر دعاء شروع کرے۔ تو اس طریقہ کا طریقہ جدیدہ و محدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔

پھر اس پر اگر اس التزام کا بھی لحاظ کر لیا جائے۔ جو بعض اطراف میں مشاہدہ ہے کہ اس طریقہ دعاء کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔“ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۸)

مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ:

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں:

سنتوں اور نفلوں کے بعد پھر اجتماعی صورت سے دعا کرنا نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ صحابہ و تابعین اور ائمہ دین سے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت تو اس بارہ میں یہ ہے کہ فرض پڑھنے کے بعد مختصر سی دعا کر کے مکان میں تشریف لے جاتے اور سنتیں نفل میں پڑھتے تھے۔

صحیح بخاری میں بروایت حضرت ام سلمہؓ مذکور ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمکث اذا سلم یسیرا یعنی آنحضرت ﷺ سلام پھیرنے کے بعد بہت تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ منقول ہے۔ کان اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللهم انت السلام ومنک السلام تبارک و تعالیٰ یا ذا الجلال والاکرام۔ یعنی رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز سے سلام پھیر لیتے تو صرف اتنی دیر مصلے پر بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات دعا پڑھ لیں اللهم انت السلام الخ۔ عام صحابہ کرام کی بھی یہی سنت منقول ہے۔

معلوم نہیں یہ طریقہ کب اور کس نے ایجاد کیا کہ سارے مقتدی بیٹھے ہوئے اس کا انتظار کرتے رہیں کہ جب امام صاحب سنت نفل سے فارغ ہوں تو پھر مل کر دعا کریں۔ اور اس کا ایسا التزام کرتے ہیں۔ جیسے نماز کا کوئی جز ہے۔ جو چیز سنت سے ثابت نہ ہو اس کو بطریق سنت پابندی اور التزام کے ساتھ بجماعت ادا کرنا خود ایک بدعت اور اپنی طرف سے ایک شریعت کا ایجاد کرنا اور معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام پر ایک حیثیت سے یہ الزام لگانا ہے کہ یہ نافع اور مفید طریقہ یا ان کو معلوم نہ تھا یا معاذ اللہ جان بوجھ کر اس میں کوتاہی کرتے تھے ان ایجاد کرنے والوں نے امت پر احسان کیا کہ یہ طریقہ بتلایا۔ نعوذ باللہ منہ۔

اس اجتماعی دعا میں اس کے علاوہ دوسرا مفسدہ یہ بھی ہے کہ عام جاہل لوگ یہ

رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا۔

(سورہ اعراف)

یعنی (مشرک بت پرستی کی مخالفت کے جواب میں کہتے ہیں۔ کیا) جن کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ان کو چھوڑ دیں؟ یعنی (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا گیا) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

وَنذَرْنَا مَا كَانَ يَعْْبُدُ آبَاءَنَا.

(سورہ اعراف پ ۸)

أَجِئْنَا لِتَلْفِئْتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا

عَلَيْهِ آبَاءَنَا. (سورہ یونس

پ ۱۱)

أَتْنَهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْْبُدُ آبَاءَنَا

(سورہ ہود پ ۱۲)

یعنی (حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے (بڑے) باپ دادا کرتے آئے ہیں۔

أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْْبُدُ آبَاءَنَا.

(سورہ ہود پ ۱۳)

یعنی (حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا۔ کیا) ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ

اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

عَلَيْهِ آبَاءَنَا (سورہ لقمان پ ۲۱)

یعنی اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں ہم تو اس کا اتباع

سمجھنے لگتے ہیں کہ جیسے نمازوں کے بعد سنت موکدہ ضروری ہیں ان کے بغیر نماز کی تکمیل نہیں ہوتی، اسی طرح سب کے آخر میں یہ اجتماعی دعا بھی نماز کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ یہ ایک عقیدہ کی غلطی ہے۔ جو نہایت خطرناک ہے۔“ (احکام دعاء ص ۱۵۱۲)

مفتی عبدالرحیم کا محاکمہ:

مفتی سید عبدالرحیم ایک سوال کے جواب میں مفصل و مدلل محاکمہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

حامد او مصلیا و مسلمانے شک آپ کے یہاں موریشس میں سو سو سال سے سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعاء کا رواج ہوگا اور نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بالالتزام ہمیشہ فاتحہ پڑھنے کا بھی دستور باپ دادا سے چلا آتا ہوگا مگر بھائی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور اس کا سہارا لینا آپ کے شایان شان نہیں یہ تو اہل باطل کا شیوہ ہے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو بیان فرمایا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاءُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ. (سورہ بقرہ پ ۲)

یعنی اور جب ان (مشرک) لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا ہے اس کے مطابق چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں) بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگرچہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت اور شرعی دلیل رکھتے ہوں۔

یعنی اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا

أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا حَسْبُنَا مَا

وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا.

کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا

ہے۔

یعنی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

یعنی اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے قدم بقدم چلے جا رہے ہیں۔

آپ کے مناسب شان تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اولوالامر اور ورثہ الانبیاء علماء مجتہدین اور ائمہ دین کی اطاعت اور پیروی کریں۔

مسلمان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اولوالامر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مجتہدین عظام کی پیروی ضروری ہے۔ رسول مقبول ﷺ کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ عَلَیْكُمْ بَسْتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسُّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحَدَّثَاتِ الْاُمُورِ فَانَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. یعنی میرے طریقہ کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو! اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو جو نئی نئی باتیں ایجاد کی جائیں گی ان سے احتراز کرو اس لئے کہ ہر وہ نئی رسم جو (دین کے نام پر) ایجاد کی جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۸۷۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۲۔ ابن ماجہ ص ۵ مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے مسجد میں داخل

ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا بھی مذکور ہے ہمبستری سے پہلے اور ہمبستری کے بعد کی دعا بھی موجود ہے بیت الخلاء میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد کی دعا بھی ثابت و منقول ہے تو سنن و نوافل کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرض نمازوں کے بعد کی سنن اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے اور نماز سے فراغت کے بعد گھر میں ہی دعا کرتے تھے سب کا مسجد میں واپس آ کر دعا کرنا کہیں منقول نہیں، کبھی کسی وجہ سے مسجد میں آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام نے سنن و نوافل ادا فرمائی ہیں مگر دعا سب نے مل کر مانگی ہو یہ کہیں ثابت نہیں، صحابہ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر منتشر ہو جاتے تھے چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت پڑھتے تھے کہ مصلیٰ حضرات مسجد سے چلے جاتے تھے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطیل القراءة فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اهل المسجد (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۹۱) اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا آپ عشاء کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے حتیٰ کہ مسجد میں بجز آنحضرت ﷺ کے کوئی باقی نہیں رہا۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد امام و مقتدی کے مل کر دعا کرنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اس لئے اس کو پکڑے رہنا اور اس پر اصرار کرنا اور امام کو اس کا پابند بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۸۳ تا ۱۸۸)

زعماء امت کی آراء

فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے متعلق زعماء امت، اختیار ملت۔
محدثین عظام، فقہاء کرام اور مشائخ و علماء کی آراء۔
امام نووی کا قول فیصل:

امام نووی فرض نماز کے بعد دعا کے مستحب ہونے کو پوری صراحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں:

قد ذكرنا استحباب الذكر
والدعا للام والمأمون.
والمنفرد وهو مستحب عقب
كل الصلوات بلا خلاف و
اماماً اعتاده الناس او كثير
منهم من تخصيص دعا الامام
بصلاتي الصبح والعصر فلا
اصل له. وان كان قد اشار اليه
صاحب الحاوي فقال ان
كانت صلاة لا يتنفل بعدها
كالصبح والعصر استدبر
القبلة استقبال الناس ودعا وان
كانت مما يتنفل بعدها
كالظهور والمغرب والعشا

ہم نے امام مقتدی اور منفرد کے لئے
دعا و ذکر کا استحباب ذکر کیا ہے اور وہ
بالاتفاق تمام نمازوں کے بعد مستحب
ہے۔ اور لوگوں کا یہ خیال بے اصل ہے
کہ دعا کا حکم نماز فجر اور عصر کے لئے
مخصوص ہے اور صاحب الحاوی نے
فرمایا کہ اگر ایسی نماز جس کے بعد سنتیں
نفل نہ ہوں۔ جیسے نماز فجر و عصر تو امام
قبلہ کی طرف پشت کر کے اور لوگوں کی
طرف رخ کر کے دعا کرے اور جن
نمازوں کے بعد سنتیں اور نفل نماز ہو۔
جیسے ظہر، مغرب اور عشا۔ تو امام کو اختیار
ہے کہ وہ اپنے گھر جا کر سنتیں نفل پڑھے
اور اس تخصیص کی بھی کوئی اصل نہیں

فيختار. ان يتنفل في منزله
وهذا الذي اشار اليه من
التخصيص لا اصل له بل
الصواب استحبابه في كل
الصلوات ويستحب ان يقبل
على الناس فيدعو.

ہے۔ بلکہ صحیح حکم یہی ہے ہر نماز کے بعد
مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعا کرنا
مستحب ہے۔ (شرح مہذب ج ۳
ص ۲۸۸ دارالفکر)

امام ابن حجر عسقلانی المتوفی (۸۵۲ھ) امام بخاری کے قائم کردہ باب
”بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلَاةِ“ کی تشریح میں لکھتے ہیں صلاة سے مراد ”ای
المکتوبہ“ فرض نماز ہے، امام بخاری نے اس باب میں جن مسنون دعاؤں کا ذکر
کیا ہے ان سے مراد فرض نماز کے بعد کی دعائیں ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

قدور دالامر بذكر دبر كل
صلوة والمراد به بعد
السلام اجماعاً. (فتح الباری
ج ۱۱ ص ۱۳۳)

پھر موصوف نے فرض نمازوں کے بعد
ہاتھ اٹھا کر دعا کا مسئلہ احادیث کی
روشنی میں بیان کیا اور جمہور کے مسلک
کی بھرپور تائید فرمائی ہے۔

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیق و تطبیق:

والاولی ان یاتی بہذہ
الاذکار قبل الرواتب، فانہ
جاء فی بعض الاذکار
مایدل علی ذلک نصاباً.
کقولہ من قال قبل ان
ینصرف و یثنی رجلیہ من
صلوة المغرب والصبح لا
الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ ان اذکار و ادعیہ کو
سنن موکدہ سے پہلے ادا کرے، کیونکہ
بعض اذکار میں اس کی تصریح ہے جیسے
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص
نماز مغرب اور نماز صبح کے بعد لوٹنے
اور پاؤں موڑنے سے پہلے یہ کہے لا
الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ
اور جیسے راوی کا یہ قول ہے کہ رسول

الکتاب الا انه لم یکن بین
صلوتهم فصل، فقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم
اصاب اللہ بک یا ابن
الخطاب. (خجۃ اللہ البالغہ
ج ۲ ص ۳۲، طبع کراچی)

سے معلوم ہو جائے اور یہی مطلب ہے
حضرت عمرؓ کے اس فرمان کا جو انہوں
نے اس شخص سے کہا تھا جو فرض نماز کے
بعد (دعا کئے بغیر) فوراً سنتیں پڑھنا
چاہتا تھا کہ بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ پہلی امتوں کو
اسی بات نے ہلاک کیا کہ فرائض اور
نوافل کے درمیان ان کے ہاں وقفہ نہ
تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
اے ابن خطاب اللہ نے تمہیں درست
طریقہ ہدایت فرمایا۔

اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو
اپنی بلند آواز سے فرماتے لا الہ الا اللہ
الٰح اور بعض اذکار میں ظاہراً اس پر
دلالت ہے۔ جیسے راوی کا یہ قول کہ نماز
کے بعد یہ پڑھتے تھے۔ رہا حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول
کہ آپ ﷺ سلام پھیرتے تو اس سے
زیادہ نہیں بیٹھتے تھے کہ اللہم انت
السلام الٰح پڑھیں۔ تو اس قول کے کئی
احتمالات ہیں۔ مجملہ ان میں سے ایک
یہ ہے کہ آپ ﷺ نماز کی ہیئت پر اس
مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ
دائیں یا بائیں طرف مڑ جاتے تھے یا
لوگوں کی طرف رخ فرما لیتے تھے تاکہ
کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار و ادعیہ بھی
نماز میں داخل ہیں..... ایک احتمال یہ
بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ سوائے
اللہم انت السلام الٰح کے اور اذکار
کبھی کبھار چھوڑ دیتے تھے تاکہ لوگوں کو
معلوم ہو جائے کہ اذکار و دعائیں فرض
نہیں ہیں۔ اس سب کا سر یہ ہے کہ فرض
اور نفل نماز کے درمیان ظاہری طور پر
فصل اور فرق ہو جائے جو ظاہری نگاہ

لہ الخ و کقول الراوی کان
اذا سلم من صلوتہ یقول
بصوتہ الاعلیٰ. لا الہ الا
اللہ الخ. و فی بعضها ما
یدل ظاہراً کقولہ دبر کل
صلوة. اما قول عائشہ کان
اذا سلم لم یقعد الامقدار
ما یقول. اللہم انت السلام
الخ فیحتمل وجوہا منها انه
کان لا یقعد بهنیۃ الصلوة
الا هذا القدر. ولكنه کان
یتامن اوتیاسر او یقبل
علی القوم بوجہہ فیاتی
بالاذکار لتلا یظن الظان ان
الاذکار من الصلوة.....
والسر فی ذلک کلہ ان
یقع الفصل بین الفرض
والنوافل بما لیس من
جنسہا. و ان یکون فصلاً
معتداً بہ یدرک بادی
الرای، وهو قول عمر لمن
اراد ان یشفع بعد المكتوبة
اجلس فانہ لم یہلک اهل

فقہاء کرام کی تصریحات

امام سرحسی کا ارشاد:

امام ابو بکر سرحسی المتوفی ۳۹۰ھ ارشاد فرماتے ہیں:

وعن ابی یوسف رحمہ اللہ
تعالیٰ ان الامام یجہر
والقوم یؤمنون علی قیاس
الدعاء خارج الصلاة.
(مبسوط ج ۱ ص ۱۶۶)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے
روایت ہے کہ امام بلند آواز سے دعا
کرے اور مقتدی اس پر امین کہیں۔
جس طرح نماز کے علاوہ ایک آدمی دعا
کرتا ہے اور باقی لوگ امین کہتے ہیں۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وإذا سلم الامام فی الفجر
والعصر یقعہ فی مکانہ یشغل
بالدعاء. (مبسوط ج ۱ ص ۳۸)

امام نماز فجر اور عصر سے فارغ ہو کر اسی
جگہ دعا میں مشغول ہو جائے۔

علامہ عالم بن العلاء الانصاری المتوفی ۷۸۶ھ فرماتے ہیں:

قال شمس الائمة الحلوانی رحمہ اللہ هذا اذا لم یکن من
قصده الاشتغال بالدعاء فان کان له ورد بقضیہ بعد المكتوبات
فارا دان یقضى قبل ان یشغل بالتطوع فانه یقوم عن مصلاہ
فیقضى ورده قائما. و ما ذکرہ شمس الائمة الحلوانی دلیل
جواز تاخیر عن السنن عن حال اداء المكتوبة.

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۵۵۶)

علامہ ابن العلاء مزید تحریر فرماتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم من قراء بعد کل
صلاة مكتوبة قل هو اللہ
احد فهو رفیقی فی الجنة.
امام شرنبلالی کا فرمان:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے
ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ قل هو
اللہ احد پڑھی وہ جنت میں میرا رفیق
ہوگا۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۵۵۷)

امام ابو الاخلاق حسن بن عمار شرنبلالی المتوفی ۱۰۶۹ھ ارشاد فرماتے ہیں:

القیام الی السنة متصلا
بالفرض مسنون و عن
شمس الائمة الحلوانی
لابأس بقراءة الاوراد بین
الفريضة والسنة و یستحب
لل امام بعد سلامہ ان یتحول
الی یسارہ لتطوع بعد وان
یستقبل بعده الناس و
یستغفرون اللہ و یقرءون
آیة الكرسي والمعوذات و
یسبحون اللہ ثلاثا و ثلاثین و
یحمدونه کذلک و یکبرونه
کذلک ثم یقولون لا اله الا
اللہ وحده لا شریک له له
الملک وله الحمد وهو
علی کل شیء قدير. ثم
یدعون لانفسهم و

اور فرض نماز کے بعد متصل سنتوں کے
لئے کھڑا ہو جانا مسنون ہے اور شمس
الائمة حلوانی سے منقول ہے کہ فرض نماز
اور سنتوں کے درمیان وظیفہ پڑھنے میں
کوئی حرج نہیں اور امام کے لئے مستحب
ہے کہ سلام کے بعد بائیں جانب ہٹ
کر فرض کے بعد کی سنتیں نقلیں پڑھے
اور یہ بھی (مستحب) ہے کہ فرض پڑھنے
کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرے اور
سب آدمی اللہ سے استغفار کریں۔ اور
آیت الکرسی اور معوذات یعنی قل هو
اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور
قل اعوذ برب الناس اور تسبیحات
پڑھیں ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ
الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ
لا اله الا اللہ وحده لا شریک له.
پھر ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور مسلمانوں

للمسلمین رافعی ایدیہم ثم
یمسحون بہا وجوہہم فی
آخرہ. (نور الايضاح ص ۸۵)

علامہ محمد علی التونی ۱۰۸۸ھ ارقام فرماتے ہیں:

وقال الحلواني لا بأس
بالفصل بالاوراد و اختاره
الكمال قال الحلبي ان اريد
بالكراهة التنزيه ارتفع
الخلاف.
اور حلوانی نے کہا کہ اس میں کچھ
مضائقہ نہیں ہے کہ فرضوں اور سنتوں
کے درمیان ورد و وظیفہ پڑھنے سے فصل
یعنی تاخیر ہو جائے گی اور پسند کیا اس
قول کو کمال الدین محقق نے حلبي نے کہا
اگر کراہیت سے مراد تنزیہی کراہیت
مراد لی جائے تو اختلاف ہی دور ہو
جائے گا۔

ويستحب ان يستغفر ثلاثا يقرأ اية الكرسي والمعوذات
ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثا وثلثين ويهلل تمام المائة يدع و
يختم "بسبحان ربك الخ. (در مختار ج ۱ ص ۳۹۱، ۳۹۲)

امام حوارزمی نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔
(الكفاية على فتح القدير ج ۱ ص ۳۸۴)

ابن علی زادہ کا ارشاد:

شیخ یعقوب بن سید علی زادہ الحنفی التونی ۹۳۱ھ شرح شرعہ الاسلام میں
فرماتے ہیں:

ويغتنم الدعاء بعد المكتوبة
وقبل السنة على ماروي عن
البقالي من انه قال الا فضل
فرض نماز کے بعد سنتوں سے پہلے دعا کو
غنیمت سمجھے۔ جیسا کہ بقالی سے روایت
ہے کہ افضل یہ ہے کہ پہلے دعا میں

ان يشتغل بالدعاء ثم
بالسنة..... وقد قال النبي
صلى الله عليه وسلم رواه
ابن عباس من لم يفعل ذلك
فهو خداج. اى من لم يدع
بعد الصلوة رافعاً يديه الى ربه
مستقبلاً ببوطونها الى وجهه
ولم يطلب حاجاته قائلاً يا
رب يا رب. فما فعله من
الصلاة ناقصة عند الحق
سبحانه و تعالى. (حاشیہ
کوک الدر ج ۲ ص ۲۹۱)

علامہ لکھنوی کا ارشاد گرامی:

علامہ عبدالحی لکھنوی التونی ۱۳۰۲ھ۔

فی نور الايضاح ثم يدعون
لانفسهم والمسلمين
رافعی ایدیہم ثم مسحون
بہا وجوہہم. (السعایہ ج ۲
ص ۲۵۷)

و فی خزانه الفقه البقالي
الافضل ان يشتغل بالدعاء
ثم بالسنة. (السعایہ ج ۲
ص ۱۶۰)

خزانہ الفقہ میں بقالی سے روایت ہے کہ
افضل یہ ہے کہ (فرض نماز کے بعد) دعا
میں مشغول ہو جائے۔ اس کے بعد سنتیں
پڑھے۔

مشغول ہو جائے بعد میں سنتیں
پڑھے..... اور ابن عباس کی روایت
میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو
شخص نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے
معبود سے دعا نہیں مانگتا اور اپنی حاجت
طلب نہیں کرتا۔ پس اس نے جو کچھ نماز
پڑھی وہ حق تعالیٰ کے نزدیک ناقص
ہے۔ (شرح شرعہ الاسلام ص ۱۲۸)

علماء و مشائخ دیوبند کا تعامل

دور حاضر میں قرآن و سنت کی تشریح و تعبیر اور اسوۂ نبوی کے اتباع و پیروی میں علماء و مشائخ دیوبند کی حیثیت پوری دنیا میں یگانہ و فرزانہ ہے۔ ان کا تعامل مینارہ نور ہے، ان کے تعامل اور ارشادات و فتاویٰ کی تفصیلات سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

مشائخ و اساتذہ کا معمول:

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا عزیز الرحمن قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”ہمارے اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس سابق مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ اور احادیث میں بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔ اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے۔ لہذا رائج ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعا بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے۔“

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۱۹۰)

مفتی صاحب ممدوح دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

”دعا بعد الصلوات مسنون و مستحب است و در حدیث وارد شدہ است
کما نقلها الحصن و الحصین وغیرہ۔ پس در صلوات صلوة عیدین
ہم داخل و شامل است بدعت گفتن آنرا صحیح نیست و اکابر امت مثل
حضرت مولانا رشید احمد محدث و فقیہ گنگوہی و جمیع اکابر و اساتذہ ما بعد

فرائض کے بعد متصل طور پر سنتیں پڑھنا متاخرین علماء کے نزدیک ہے۔ جب کہ میں نے ان کے پاس حضرت عائشہؓ کی ظاہر روایت کے سوا کوئی دلیل نہیں دیکھی۔ میرے نزدیک وہی بات رائج ہے۔ جو متقدمین کے نزدیک رائج ہے کہ ماثر دعاؤں سے فرض نماز اور سنتوں کے درمیان فصل اور وقفہ کرنا مستحب ہے۔

اور حلوانی نے کہا ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان ورود و وظیفہ پڑھے۔

وسنیۃ الوصل عند المتأخرین، ولم ارلهم دليلاً على ذلك الا ظاهر حديث عائشة فالراجح عندى ما عند المتقدمين و اباحة الفصل بنحو ما ورد من الادعية.

(السعایہ ج ۲ ص ۲۶۲)

وقال الحلوانی لا بأس بان یقرأ بین الفریضة والسنة الاوراد: (السعایہ ج ۲ ص ۲۶۲)

کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر و عصر ان میں حسب روایت نور الايضاح عمل کرے اور جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان کے بعد امام اور مقتدیان مختصر دعا مانگ کر سنتیں ادا کریں خواہ فصل بالا اور ادر کے بعد میں سنتیں پڑھیں اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دعا اجتماعاً ایک ہی بار ہے پھر دوبارہ بعد السنن مقتدیوں کو امام کی دعا کا انتظار کرانا اور اس کا التزام کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۹۷)

سوال: بعد نماز پنجگانہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانا سنت ہے یا بدعت یہ فعل کیسا ہے۔
زید نے دعا اس غرض سے ترک کر دی کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں۔
جواب: نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت نبویہ ہے حصین جو معتبر کتاب حدیث کی ہے۔ اس میں احادیث مرفوعہ دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنے کی موجود ہیں ان کو دیکھ لیا جاوے۔

نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے پس زید کا یہ فعل ترک دعا بعد الصلوات خلاف سنت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۹۸، ۱۹۹)
سوال: فرائض کے بعد سنن اور نوافل سے پہلے اللھم انت السلام الخ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ بالغہ میں دیگر ادعیہ نقل کر کے ان کا پڑھنا اولیٰ لکھا ہے اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: ان ادعیہ و اذکار کا پڑھنا بعد نماز فرض کے قبل سنن رواتب جائز اور مستحب ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور بعض فقہاء نے جو یہ لکھا ہے کہ بعد فرائض اللھم انت السلام الخ سے زیادہ نہ پڑھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہ غرض اس سے تحدید ہے اور اگر بعض فقہاء بوجہ ظاہر بعض روایت حدیث کہ یہ رائے ہو بھی تو دیگر اکثر فقہاء بوجہ روایات کثیرہ احادیث کے دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ جائز و مستحب فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۰۰)

سوال: بعد جماعت کہ جو دعا امام کے ساتھ مانگتے ہیں اس میں امین کہنا چاہئے یا جو

نماز عیدین مثل صلوات مكتوبات دعائے فرمودند بس ہر کہ آزا بدعت
گفتہ صحیح نیست۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۲۰۲)
محدث گنگوہی کی رائے گرامی:

قطب الارشاد محدث العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی تحریر فرماتے ہیں:
”بعد فرض نماز کے دعا جہر سے کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی مانع عارض نہ ہو۔“ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۳۹)
دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:
”بعد ختم دعاء ہاتھ منہ پر پھیر لینا درست اور ثابت ہے اور حصول برکت کے لئے یہ فعل کیا جاتا ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۴۲)
حضرت موصوف کو کب الدری شرح ترمذی میں فرماتے ہیں:

بل لابد من اتیان الدعاء
مستقلاً علی حدة فیعدر
تارک الدعوات بعد الصلوات
ولا یعدر علی ترکھا. (الکوکب
الدری ج ۲ ص ۲۹۱)
بلکہ اس وقت ضروری ہو جاتا ہے کہ
مستقلاً الگ دعا کی جاتی رہے۔ اسی لئے
نمازوں کے بعد تارک دعا کو سزا دی
جائے اور ترک دعا پر معذور نہ سمجھا
جائے۔

مفتی اعظم دیوبند کے فتاویٰ کا خلاصہ:

مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمن عثمانی مفتی اول دارالعلوم دیوبند متعدد سوالات کے جوابات میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: بہشتی گوہر میں ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنن پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر و عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے۔ یہ صورت شرعاً کیسی ہے؟

الجواب: الاوفق بالا احادیث۔ یہ صورت جو بہشتی گوہر سے منقول ہے کہ جن فرائض

مرضی ہو دعا مانگے؟

الجواب: جو دعا چاہے مانگے یہ ضروری نہیں کہ امام کی دعا پر آمین کہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۰۱)

فرمایا: آیۃ الکرسی اور تسبیحات کا پڑھنا قبل بھی جائز ہے اور معمول بہ اکابر کا ہے اور احادیث سے دونوں امر ثابت ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۰۹)

الجواب: درمختار میں ہے ویکرہ تاخیر السنة الا بقدر اللهم انت السلام الخ لیکن مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ تقریبی امر ہے۔ اگر کچھ اس سے زیادہ بھی دعا وغیرہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ فصل بالا اور اد میں کچھ مضائقہ نہیں۔ کما هو معمول مشائخنا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۱۱)

بحر العلوم لکھنوی کی رائے گرامی:

بحر العلوم علامہ عبدالشکور لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

”نماز ختم کر چکنے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کے لئے بھی اور مقتدی سب آمین آمین کہتے رہیں اور دعا مانگ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک نہ دعا مانگے، مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اس کے بعد دعا مانگے۔ بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔“ (علم الفقہ حصہ دوم

ص ۱۸۰ مطبوعہ کراچی)

انوری توضیحات:

محدث کبیر علامہ سید انور شاہ کاشمیری فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کے استحباب کو بڑی صراحت و وضاحت سے بیان کرتے ہیں اور اس مسنون عمل کو بدعت قرار دینے سے پوری طرح اجتناب فرمایا۔

ارشاد فرماتے ہیں:

واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم ولم يثبت عنه رفع الايدي دبر الصلوات في الدعوات الا اقل قليل، و مع ذلك وردت فيه ترغيبات قولية والامر في مثله ان لا يحكم عليه بالبدعة، فهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي صلى الله عليه وسلم وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين. (فيض الباری ج ۱ ص ۱۶۷)

اور معلوم ہونا چاہئے کہ امام اور مقتدی سب کامل کر دعا کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور اسی طرح نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی عموماً ثابت نہیں، مگر اس کا ثبوت بہت ہی کم ملتا ہے، اس کے باوجود نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی قوی ترغیبات رسول اللہ ﷺ سے احادیث میں وارد ہوئی ہیں، اسی وجہ سے اسے بدعت ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اور جس طریقہ سے ہمارے زمانہ میں دعا کرنے کا رواج ہے، اسے اس معنی میں سنت نہیں کہا جاتا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اور یہ رواج پذیر طریقہ دعا بدعت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ بدعت تو وہ کام ہوتا ہے جس کی اصل دین میں نہ پائی جائے۔

موصوف دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

وقد يتخال كونها بدعة لعدم ثبوتها فعلا فانها لو كانت مستحبة لورد الفعل بها ولو مرة فاعلم ان الفضائل والرغائب لا تنحصر فيما ثبت فيه فعله صلى الله عليه وسلم فقط. فان النبي صلى الله عليه وسلم كان يخص نفسه اموراً تكون اليق بشأنه وأحرى لمنصبه واذلم يستوعب الفضائل كلها عملاً وجب ان يرغب فيها قولاً لتعمل بها الأمة فمنها صلاة الضحى فانه اذا لم يعمل بها بمعنى انه لم يجعلها وظيفه له دل على فضلها قولاً لتعمل بها امته وتحوز الاجر.

كبھی نماز چاشت کے بدعت ہونے کا خیال بھی گذرتا ہے کیونکہ عملاً رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ چنانچہ اگر یہ نماز مستحب ہوتی تو کم از کم ایک دفعہ بھی پڑھنے کا عملاً ثبوت حضور ﷺ سے ضرور ہوتا۔ جب کہ مستحب، مسنون اور ترغیبی اعمال رسول اللہ ﷺ کے فعلی ثبوت پر منحصر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپ نے اپنے منصب نبوت کی اہم ذمہ داریوں کے لئے اپنی ذات کو مخصوص کر رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کی بھرپور توجہ تبلیغ دین اور تکمیل رسالت جیسے اہم فرائض منصبی ہی کی طرف زیادہ رہی۔ اور بعض فضائل و رغائب کو عملی و ذمہ بنانے کے لئے خاص اہتمام نہ ہو سکا۔ لہذا ایسے اعمال کی فضیلت و ثواب بیان فرما کر آپ نے اپنی امت کو ترغیب دی، تاکہ امت اس پر عمل کر کے ثواب آخرت میں اپنا حصہ کمائے۔

ایسے اعمال میں سے نماز چاشت بھی ہے کہ آپ جب نماز چاشت کو اپنا روزانہ معمول اور وظيفہ نہ بنا سکے تو امت کو اس کی فضیلت بیان فرمائی، اسی طرح اذان کی فضیلت

الا تری انهم تكلموا في ثبوت الاذان من النبي صلى الله عليه وسلم فعلا مع كونه من افضل الاعمال

فالفضل لا ينصر فيما ثبت فعله منه فان كلا يختار لنفسه مانا سب شأنه ومن هذا الباب رفع اليدين بعد الصلوات للدعاء قل ثبوته فعلا و كثر فضله قولاً فلا يكون بدعة أصلاً فمن ظن ان الفضل فيما ثبت عمله صلى الله عليه وسلم به فقط. (فيض الباری ج ۲ ص ۴۳۱)

رسول اللہ ﷺ نے بی شمار احادیث میں بیان فرمائی۔ لیکن عملاً کہیں کوئی ثبوت نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کسی عمل کا افضل ہونا صرف آپ کے فعل پر منحصر نہیں بلکہ آپ کے قول سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ نیز اسی طرح نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے فعلاً ثبوت بہت ہی کم نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ قولاً آپ سے اس کا ثبوت اکثر روایات سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کو بھی بدعت نہیں کہا جاسکتا کیونکہ سنت ہونے کا جنس ثبوت بہر حال حضور ﷺ کا فرمان ہی ہے۔

علامہ بجنوری کی صراحت:

تلمیذ رشید، محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری، شارح بخاری علامہ سید احمد رضا بجنوری "افادۃ النور" کے عنوان سے "نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا" کی تفصیلات ارقام فرماتے ہیں:

افادۃ النور: حضرت نے فرمایا: ترمذی شریف میں نماز کے بعد تسبیح و اذکار کا باب باندھا گیا ہے اور علامہ جزری نے حسن حصین میں علامہ نووی نے الاذکار میں اور محدث ابن السنی نے بھی عمل الیوم واللیلہ میں بعد نماز کے اذکار جمع کئے ہیں۔ اور جامع صغیر میں حدیث ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، لیکن حدیث میں ادبار الصلوٰۃ ہے، جس کو علامہ ابن تیمیہ نے بعد التشہد و قبل السلام پر محمول کیا ہے اور ان کا مسلک یہ ہے کہ نماز کے اندر دعا ہو، بعد نماز کی دعا کے وہ منکر و مخالف ہیں حالانکہ احادیث تسبیح ادبار صلوٰۃ میں نماز کے بعد ہی کی تسبیحات مراد ہیں کہ فاذا

صلیتم فقولوا سبحان اللہ الخ وارد ہے۔ اور بخاری کی کتاب الدعوات میں بھی دبر کل صلوة اور کتاب الصلوة میں خلف کل صلوة اور حدیث ابی ذر میں اثر کل صلوة سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب نماز کے بعد کے لئے ہے نماز کے اندر سے متعلق نہیں ہے۔

حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد اگر چہ بہ ہیئت اجتماعیہ ہاتھ اٹھا کر دعا ماثور نہیں ہے، لیکن حضور علیہ السلام سے نافلہ کے بعد تو ثابت ہے جیسے نماز استسقاء کے بعد اور بیت ام سلیم کی نماز کے بعد۔ دوسرے یہ کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کے لئے قولی ترغیبات بھی حضور علیہ السلام سے ثابت ہیں لہذا اس جیسے معاملہ میں بدعت کا حکم لگا دینا صحیح نہ ہوگا۔ یعنی ہماری موجودہ ہیئت کذا کی والی دعا بعد الصلوة کو اگر سنت بایں معنی نہ بھی کہیں کہ بعینہ اس کا ثبوت حضور علیہ السلام سے نہیں ہوا تب بھی اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کی اصل دین میں موجود ہے اور بدعت وہ ہے جس کی اصل دین میں موجود نہ ہو۔

حضرت نے فرمایا کہ اذان دنیا بھی خود حضور علیہ السلام کے فعل سے ثابت نہیں ہے البتہ اس کے لئے فضیلت وغیرہ کے ارشادات ثابت ہیں اس لئے اس کو بھی بدعت یا خلاف سنت نہیں کہہ سکتے اور اسی طرح چاشت کی نماز کہ اس کی فضیلت بھی بکثرت احادیث سے ثابت ہے اگر چہ خود حضور علیہ السلام کے فعل سے اس کا ثبوت کم ہے اسی لئے اس کو بھی بعض لوگوں نے بدعت کہہ دیا ہے۔

لہذا اگر فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کا التزام بھی کیا جائے تو وہ حضور علیہ السلام کی قولی ترغیبات کے تحت آتا ہے اگر چہ خود اس کو حضور نے کثرت سے نہیں کیا ہے اس کو خوب سمجھ لو۔

ترمذی باب ما یقول اذا سلم کے تحت حضرت نے فرمایا کہ شیخ ابن الہمام نے فرض کے بعد متصل سنن کی ادائیگی کو ترجیح دی ہے اور اذکار کو بعد الرواتب رکھا ہے اور اذکار ماثورہ کے بارے میں یہ بھی لکھا کہ حضور علیہ السلام سے اذکار بعد الصلوة

بہ کثرت ثابت ہیں۔ اس لئے بظاہر وہ کبھی کوئی ذکر اختیار فرماتے تھے، کبھی دوسرا اور ایک وقت میں سب کو جمع نہ فرماتے ہوں گے۔

علامہ بنوری دام فصلہم نے لکھا کہ شیخ ابن ہمام کی تحقیق نقل کرنے کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کو بھی ان ہی کی تحقیق زیادہ پسند تھی اور فرض و رواتب کے درمیان فصل اذکار کو مرجوح سمجھتے تھے بخلاف اس کے حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ میں اذکار کثیرہ ذکر کر کے ان کو قبل رواتب کے اولیٰ قرار دیا ہے ان کی تحقیق دل کو نہیں لگتی۔ (معارف ج ۳ ص ۱۱۸)

علامہ موصوف نے بھی دعا بعد الصلوة کے لئے تنبیہ و ایقاظ کا عنوان دے کر ج ۳ ص ۱۲۱ تا ج ۳ ص ۱۲۵ عمدہ دلائل ذکر کئے ہیں اور یہ بھی لکھا کہ روایت کے بعد دعائے ثانی کا جو رواج بعض علاقوں میں ہو گیا ہے وہ ضرور بدعت ہے۔ اس سلسلہ میں اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۹ اور ج ۳ ص ۲۱۶ بھی مستحق مراجعت ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی تحقیق مزید:

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ دعا بعد الصلوات المکتوبہ میں جو حضور علیہ السلام سے اجتماعی اور رفع یدین کے ساتھ ثبوت نہیں ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے تمامی اوقات ذکر و اوراد میں مشغول تھے اور آپ کی دعائیں آپ کے اذکار و اوراد سے الگ نہ تھیں اسی لئے آپ نے جب کسی مقصد کے لئے اس دعا کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ نے اجتماعی طور سے بھی دعا کی اور ہاتھ اٹھا کر بھی کی ہے۔ جیسے استسقاء کی نماز کے بعد یا بیت ام سلیم میں نفل نماز جماعت کے بعد فرمائی ہے اور چونکہ آپ نے بعد نماز کے دعا کی ترغیب قولاً بھی دی ہے اور رفع یدین و مسح کی بھی ترغیب دی ہے اس لئے اس کی اصل ثابت ہو گئی لہذا پھر بھی اس کو فرض نمازوں کے بعد خلاف سنت یا بدعت قرار دینا صحیح نہ ہوگا، حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بیت ام سلیم کی نماز کا ذکر تو بخاری، مسلم وغیرہ سب میں ہے، مگر سب نے اس حدیث کو مختصر روایت کیا جس میں دعا کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ صرف مسلم میں دعا کا بھی

ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے، یہ حضرت کی خاص عادت تھی کہ سارے طرق و روایات پر نظر کر کے فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور آج کل کے حضرات خصوصاً سلفی اس کی رعایت نہیں کرتے بلکہ ان کے اکابر نے بھی اپنی الگ رائے اسی طرح قائم کی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ امام بخاری نے پانچ جگہ ام سلیم والی حدیث ذکر کی اور ابو داؤد نسائی، ترمذی نے بھی مختصراً ذکر کیا جس میں دعا بعد الصلوٰۃ کا ذکر نہیں ہے۔ تو انہوں نے مسلم والی مفصل روایت کو نظر انداز کر دیا۔

حضرت نے توجہ دلائی کہ ان حضرات نے اس حدیث کو مختصراً لیا ہے جس کو مسلم نے تفصیل سے روایت کیا ہے، علامہ ابن تیمیہ نے بھی بہت سے مسائل میں اپنی دلیل میں کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح (یعنی بخاری) میں نہیں ہے اور اس طرح وہ دوسری مرویات سے قطع نظر کر لیتے ہیں یا ان کو مرجوح کر دیتے ہیں جس طرح اقوال ائمہ میں سے کسی ضعیف و مرجوح قول کو لے کر اپنی الگ رائے کے لئے موید بنا لیتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی تحقیق مذکور سے مدد نہ لیں تو فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا برفع الیدین کا طریقہ خلاف سنت یا بدعت قرار پائے گا اور علامہ ابن تیمیہ و ابن قیم اور آج کل کے سلفی حضرات کے طریقہ کو مطابق سنت ماننا پڑے گا البتہ دعاء ثانیہ کا معمول خلاف سنت ہو گا کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ راقم الحروف کی رائے یہ بھی ہے کہ دعاء بعد الفریضہ کے معمول کو بھی احیاناً ترک کر دینا چاہئے تاکہ اس کو عوام سنن مؤکدہ اور واجب کی طرح قابل التزام نہ خیال کریں اور مندوب مسنون و واجب کے درجات اپنی اپنی جگہ محفوظ رہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے فقہی نظریات و آراء کو بھی ہمارے حضرات پیش نظر رکھیں تو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضرت شاہ صاحب بھی ان کی روایت فرماتے تھے۔ واللہ تعالیٰ یوفقنا لما یحب و یرضی۔

(انوار الباری حصہ تیرہ ص ۷۱-۷۲)

مفتی ہند کی تحقیق:

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی المتوفی نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی۔ جس کا نام ”النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المكتوبہ“ ہے۔ جس میں احادیث آثار صحابہ اور فقہاء کرام کی عبارات سے ثابت فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کرنا مسنون ہے۔ البتہ سنتوں اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا خلاف سنت ہے۔ جس پر متحدہ ہندوستان کے مایہ ناز علماء و مشائخ کی تصدیقات بھی ہیں۔ جو سب فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو مسنون قرار دیتے ہیں۔

عارف باللہ مولانا خیر محمد جالندھری خلیفہ اعظم حکیم الامت تھانوی:

فرضوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ احادیث میں صراحت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ فرضوں کے سلام کے بعد کچھ دیر ذکر و دعا میں مشغول رہتے تھے۔ اور آپ کے یہ اذکار اور دعائیں بھی احادیث میں منقول ہیں۔ بنا بریں ائمہ اربعہ اور احناف کا مسلک ہے کہ فرائض کے بعد امام و مقتدی کا دعا مانگنا سنت و مستحب ہے۔ متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان کو آنحضرت ﷺ نے فرائض کے بعد دعا مانگنے کی ترغیب دی اور کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان کے مناسب حال ادعیہ بھی تلقین فرمائی۔ (خیر الفتاوی ج ۱ ص ۳۵۲)

مزید لکھتے ہیں:

الدعا بعد المكتوبات برفع الایدی ثابت بالاحادیث

المرفوعة. (خیر الفتاوی ج ۱ ص ۳۵۸)

مفتی اعظم پاکستان کا فتوی:

دارالعلوم دیوبند کی مسند افتاء کے صدر نشین مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع

قدس سرہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

چونکہ یہ افعال دعا و تسبیحات امام و مقتدی سب کے لئے بعد نماز مستحب

ہیں۔ اگر سب ہی اس میں مشغول ہوں گے تو یہ ایک اقتران اتفاقی ہوگا

نہ کہ اجتماع مستقل۔ اس لئے ان افعال کو فی نفسہا مستحب کہا جائے گا اور اجتماع کو نہ ضروری سمجھا جائے اور نہ بدعت، غیر مشروع کہا جائے۔ اس لئے عامہ سلف سے اس اجتماع پر نکیر منقول نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

علامہ محمد یوسف لدھیانوی کی رائے:

علامہ محمد یوسف لدھیانوی شہید ارقام فرماتے ہیں:

فرض نماز کے بعد دعا کی کیفیت کیا ہونی چاہئے؟

سوال: بعض امام صاحب ہر نماز کے بعد دعا عربی میں مانگتے ہیں۔ کیا اردو میں دعا مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ دعا مختصر ہونی چاہئے یا لمبی؟

جواب: فرض نماز کے بعد دعا مختصر ہونی چاہیے اور آہستہ کی جانی چاہیے اپنے اپنے طور پر جس شخص کی جو حاجت ہو اس کے لئے دعا کرے عربی الفاظ ہمیشہ بلند آواز سے نہ کہے جائیں۔

فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت:

سوال: پانچوں نمازوں کے بعد امام کے ساتھ تمام نمازی بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں لیکن اب کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر ہر نماز کے بعد دعا مانگنا بدعت ہے اور یہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں اب ہم اس الجھن میں مبتلا ہیں کہ دعا مانگیں یا نہ مانگیں؟ امید ہے آپ ہماری رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب: پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ”بدعت“ کسے کہتے ہیں؟ ”بدعت“ اس عمل کا نام ہے جس کی صاحب شریعت ﷺ نے نہ قولاً تعلیم دی ہو نہ عملاً کر کے دکھایا ہو۔ نہ وہ عمل سلف صالحین کے درمیان معمول و مروج رہا ہو۔ لیکن جس عمل کی صاحب شریعت ﷺ نے ترغیب دی ہو یا خود کبھی اس پر عمل کر کے دکھایا ہو وہ ”بدعت“ نہیں بلکہ سنت ہے۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھے۔

① آنحضرت ﷺ نے متعدد احادیث میں نماز فرض کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے اور اس کو قبولیت دعا کے مواقع میں شمار فرمایا ہے۔

② صحیح احادیث میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے اور دعا کے بعد ان کو چہرے پر پھیرنے کو آداب دعا میں ذکر فرمایا ہے۔

③ متعدد احادیث میں فرض نماز کے بعد آنحضرت ﷺ کا دعا کرنا ثابت ہے۔

یہ تمام امور ایسے ہیں کہ کوئی صاحب علم جس کی احادیث طیبہ پر نظر ہو ان سے ناواقف نہیں۔ اس لئے فقہاء امت نے فرض نمازوں کے بعد دعا کو آداب و مستحبات میں شمار کیا ہے۔ امام نووی شرح مہذب (ج ۳ ص ۴۸۸) میں لکھتے ہیں:

الدعاء للامام والمأموم و
المنفرد مستحب عليه كل
الصلوات بلا خلاف
یعنی نمازوں کے بعد دعا کرنا بغیر کسی اختلاف کے مستحب ہے۔ امام کے لئے بھی مقتدی کے لئے بھی اور منفرد کے لئے بھی۔

علوم حدیث میں امام نووی کا بلند مرتبہ جس کو معلوم ہے وہ کبھی اس متفق علیہ مستحب کو بدعت کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ اور فرض نماز جب باجماعت ادا کی گئی ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد دعا صورتہ اجتماعی ہوگی۔ لیکن امام اور مقتدی ایک دوسرے کے پابند نہیں بلکہ اپنی اپنی دعا کر رہے ہیں اس لئے امام کا پکار پکار کر دعا کرنا اور مقتدیوں کا آمین آمین کہنا صحیح نہیں ہر شخص کو اپنی اپنی دعا کرنی چاہئے۔ اور سنن و نوافل کے بعد امام کا مقتدیوں کے انتظار میں بیٹھے رہنا اور پھر سب کامل کر دعا کرنا یہ بھی صحیح نہیں۔

سوال: فرضوں کے بعد اجتماعی طور سے دعا کرنے کا حدیث سے ثبوت کیا ہے؟

جواب: فرض نماز کے بعد دعا کی متعدد احادیث میں ترغیب و تعلیم دی گئی ہے اور ہاتھ اٹھانے کو دعا کے آداب میں سے شمار فرمایا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے امام جزری کی ”حسن حصین“ کا مطالعہ کر لیا جائے۔ امام بخاری نے کتاب ”الدعوات“ میں ایک باب ”الدعاء بعد الصلوة“ کا رکھا ہے (ج ۲ ص ۹۳۷) اور ایک باب ”رفع

اسی پر ان کا عمل ہے، اس موضوع پر ان حضرات کے مدلل فتاویٰ اور تحقیقی رسائل موجود ہیں مثلاً حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ”استجاب الدعوات عقیب الصلوٰۃ“ ہے اور ایک رسالہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا ”النفاس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ“ ہے۔

ان تمام اکابر فقہاء کرام نے احادیث طیبہ اور چاروں اماموں کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے فرائض کے بعد کی جانے والی دعا کو نہ صرف جائز بلکہ سنت مستحبہ قرار دیا ہے۔

اور ان اکابر نے ان رسائل میں ایسی واضح واضح احادیث طیبہ جمع فرمائی ہیں جن سے امام مقتدی اور منفرد سب کے واسطے فرض نماز کے بعد دعا کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب ان سب کے لئے یہ دعا سنت ہے تو فرائض کے بعد امام اور مقتدی جب اس سنت پر عمل کرتے ہوئے دعا کریں گے تو ضمناً خود بخود اجتماع ہو جائے گا، لیکن یہ اجتماع ایک ضمنی چیز ہے اور جائز ہے اس کے لئے الگ سے صریح اور مستقل ثبوت کا طالب ہونا اور ثبوت نہ ملنے پر اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں بلکہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرائض کے بعد ہونے والی اجتماعی دعا کے بارے میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام ”التحقیۃ المرغوبہ فی افضلیۃ الدعاء بعد المکتوبہ“ ہے اس میں مخدوم صاحب نے اس اجتماعی دعا کے بدعت قرار دینے والوں کو مفصل جواب دیا ہے چنانچہ رسالہ کا اقتباس ملاحظہ ہو:

قلت فثبت بجمیع ما ذکرنا فی ہذین الفصلین من الاحادیث النبویۃ والروایات الفقہیۃ ان الدعاء بعد المکتوبۃ سنة فان قيل قد ذکر الشیخ عبدالحی الدہلوی رحمہ اللہ فی شرحہ علی الصراط المستقیم ما لفظہ اما این دعا کہ آئمہ مساجد بعد از سلام نماز میکنند و مقتدیان آمین آمین میگویند چنانکہ الان در دیار عرب و عجم متعارف ست از عادت پیغمبر صلی اللہ

الایدی فی الدعاء“ کا قائم کیا ہے۔ (ج ۲ ص ۹۳۸) اور دونوں کو احادیث طیبہ سے ثابت فرمایا ہے۔ اس لئے فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعاء کا معمول خلاف سنت نہیں، خلاف سنت وہ عمل کہلاتا ہے جو شارع علیہ السلام نے خود نہ کیا ہو اور نہ اس کی ترغیب دی ہو۔

مقتدی امام سے پہلے دعا مانگ کر جاسکتا ہے:

سوال: فجر کی نماز میں امام وظیفہ پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں میں چونکہ ملازم ہوں ساڑھے آٹھ بجے ڈیوٹی پر حاضری دینا ہوتی ہے اور دودھ لانا ناشتہ تیار کرنا، پھر کھانا کپڑے بدل کر تیار ہو کر بس کا انتظار کرنا ایسی صورت میں کیا میں ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوں یا اپنی مختصر دعا مانگ کر مسجد سے آ جاؤں؟

جواب: امام کے ساتھ دعا مانگنا کوئی ضروری نہیں، آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنی دعا کر کے آسکتے ہیں۔

کیا حضور اکرم ﷺ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے؟

سوال: کیا آنحضرت ﷺ نماز ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے؟ اگر کیا کرتے تھے تو کوئی حدیث بحوالہ بیان کریں۔

جواب: نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی صراحت تو منقول نہیں۔ البتہ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کی ترغیب آئی ہے اور ہاتھ اٹھا کر مانگنا دعا کے آداب میں سے فرمایا ہے۔ اس لئے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ارشادات نبوی کے عین مطابق ہے۔ مگر بلند آواز سے دعا نہ کی جائے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۲ ص ۲۷۲، ۲۷۳)

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی کا فتویٰ:

الجواب حامداً و مصلياً

① فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کا جو طریقہ رائج ہے، یہ درست ہے، اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں، محققین علماء اور فقہاء دارالعلوم دیوبند کی یہی تحقیق ہے،

عليه وسلم نبود و درين باب هيچ حديثى ثابت نشده و بدعتى است مستحسن اه فما الجواب عنه؟ قلت الجواب عنه على وجوه الوجه.

الأول أنه قال العلامة فتح محمد بن الشيخ عيسى الشيطارى صاحب مفتاح الصلاة فى كتابه المسمى بفتوح الأوراد ما حاصله ان الشيخ عبد الحق انما حكم بكونه بدعة لانه لم يطلع على الأحاديث المرويه فى الصحاح الستة و غيرها الواردة فى الأدعية الماثورة بعد الصلاة إنتهى.

ولهذا قال درين باب هيچ حديثى وارد نشده.

الوجه الثانى أنه اى الشيخ عبدالحق أن اراد ان اصل الدعاء بعد الصلاة بدعة فلا ريب. ان قوله غير صحيح لكونه مردوداً بجميع ما ذكرنا فى هذين الفصلين من الأحاديث النبوية والروايات الفقهية الدالة على سنية الدعاء بعد المكتوبة.

الوجه الثالث أنه اى الشيخ عبدالحق ان اراد ان الدعاء بعد الصلاة بهذا الكيفية المخصوصة من رفع اليدين و قول آمين آمين من المتقدين بدعة فهو غير صحيح أيضا لان رفع اليدين من سنن الدعاء ايضا وقول آمين آمين من السامعين من سنن الدعاء ايضا وان كانت هذه الامور سننا مستحبة لامؤكددة والأمر المركب من السنن الماثورة لا يصح القول بكونه بدعة اما كونه رفع اليدين سنة الدعاء فثابت بالأحاديث النبوية والروايات الفقهية أما الأحاديث فمنها ما أخرجه أبوداؤد عن خلاد بن السائب عن أبيه أو عن السائب من يزيد عن أبيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دعا رفع يديه و مسح وجهه بيديه.

(رواه الطبرانى فى معجمه الكبير)

واما كونذ مسح الوجه باليدين بعد الفراغ من الدعاء سنة الدعاء فثابت أيضا بالأحاديث والروايات الفقهية أما الأحاديث فمنها ما قدمنا انفاى احاديث رفع اليدين من رواية أبى داؤد والطبرانى.

ومنها ما أخرجه الترمذى عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم واذا رفع يديه فى الدعاء لم يردّها حتى يمسح بهما وجهه.

ومنها ما أخرجه ابن ماجه عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فرغت من الدعاء فاسمح بيديك وجهك.

واما الروايات الفقهية فهى اكثر من ان تحصى قد ذكرنا فى هذه الرسالة سابقا ولاحقا شيئا منها نقلا عن نور الأيضاح و شرحه امداد الفتاح و مواهب الرحمن و شرحه البرهان والعقائد السنية ومنهج العمال وغيرهما.

واما كون قول المقتدين. آمين آمين سنة الدعاء فثابت ايضا بالأحاديث والروايات الفقهية.

اما الأحاديث فمنها ما قال الجذرى فى حظه أن من آداب الدعاء تأمين المستمع رواه البخارى و مسلم و ابوداؤد والنسائى.

ومن آدابه مسح وجهه بيديه بعد فراغ الدعاء رواه ابوداؤد والترمذى و ابن ماجه و ابن حبان فى صحيحه والحاكم فى مستدركه.

ومنها إن الله سبحانه وتعالى لما أمر موسى و هارون عليهما السلام بالدعا جعل موسى يدعو وجعل هارون يقول آمين. آمين فاجاب الله تعالى دعائهما كما بينه الله تعالى فى القرآن العظيم يقول قال قد أجيبت دعوتكما كما فى كتب التفاسير.

واما الروایات الفقهية: فمنها ما ذكرنا سابقا عن نور الايضاح و شرحه امداد الفتح و غيرهما ومنها غير ذلك.

خلاصہ یہ کہ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے تمام اجزاء یعنی نفس دعا اور دونوں ہاتھ اٹھانا آمین کہنا اور ختم دعا پر دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرنا سب احادیث طیبہ سے ثابت ہے لہذا اس کے مجموعہ کو بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

البتہ یہ دعا آہستہ اور چپکے چپکے مانگنا افضل ہے کیونکہ قرآن و سنت میں اس کی زیادہ ترغیب دی گئی ہے اور اگر کبھی کبھی امام بلند آواز سے دعا کرے اور مقتدی اس پر آمین کہیں تو تعلیماً یہ بھی جائز ہے لیکن واضح رہے کہ فرائض کے بعد کی مذکورہ دعا کا درجہ تفصیل بالا کی روشنی میں بہت سے بہت سنت مستحبہ ہے لہذا اس دعا کو اس کے اسی درجہ میں رکھتے ہوئے کرنا چاہئے۔

بعض لوگ اس دعا کو فرض و واجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں اور اسی درجہ میں اس پر عمل کرتے ہیں سو یہ واجب الترتیب ہے اسی طرح بعض لوگ اس کا التزام کرتے ہیں کہ امام اور مقتدی سب مل کر ہی دعا کریں ابتداء بھی ساتھ ہو اور انتہا بھی ساتھ ہو جیسا کہ بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ امام کی دعا کے شروع میں مؤذن زور سے الحمد لله رب العالمین پڑھتا ہے اور جب امام دعا ختم کرتا ہے تو بروحمتک یا ارحم الراحمین پکار کر کہتا اس کو ترک کرنا ضروری ہے کیونکہ اس التزام کا نتیجہ یہ ہے کہ مقتدی امام کی دعا کا انتظار کرتے رہتے ہیں کوئی مقتدی امام کی دعا سے پہلے اپنی دعا نہیں کر سکتا ورنہ لوگ اس پر طعن کرتے ہیں اور اس کے اس عمل کو معیوب سمجھتے ہیں حالانکہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اس دعا میں اجتماع اصل مقصود نہیں بلکہ وہ ایک ضمنی چیز ہے لہذا تابع کو اصل دعا کے درجہ سے آگے بڑھانا بھی درست نہیں جتنی دیر چاہے امام دعا کرے اور جتنی دیر چاہے مقتدی دعا مانگے دونوں ایک دوسرے کے تابع نہیں ہیں مقتدی کو اختیار ہے کہ اپنی مختصر دعا مانگ کر چلا جائے اور چاہے امام کے ساتھ دعا ختم کرے اور چاہے امام کی دعا سے زیادہ دیر

تک دعا کرتا رہے ہر طرح جائز ہے اور ہر طرح فرائض کے بعد کی یہ سنت مستحبہ ادا ہو جاتی ہے۔

② درس قرآن یا درس حدیث یا وعظ و تبلیغ کے موقع پر اجتماعی طور پر دعا کرنا بلاشبہ جائز ہے اور حدیث ذیل اور صحابی کے عمل سے ایسی اجتماعی دعا کرنا صراحت کے ساتھ ثابت ہے اور تعامل امت بھی اس کے جائز ہونے کی مستقل دلیل ہے لہذا اس کو بدعت قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔

مجمع الزوائد میں ایک مستقل باب اس موضوع سے متعلق ہے ذیل میں اس کو نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

باب التامین علی الدعاء عن ابی ہبیرة عن حبیب بن مسلمة الفہری وکان مستجابا انہ امر علی جیش فد رب الدروب فلما لقی العدو قال للناس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یجتمع ملا فی دعوا بعضهم ویؤمن سائرهم الا اجابهم اللہ ثم انہ حمد اللہ و اثنی علیہ وقال اللهم احقن وماننا واجعل اجورنا اجور الشهداء فیناہم علی ذلک اذنزل الہبناط امر العدو فدخل علی حبیب سرادقہ رواہ الطبرانی وقال الہبناط بالرومیة صاحب الجیش ورجالہ رجال الصحیح غیر ابن لہیة و هو حسن الحدیث.

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد للہیثمی ۱۰، ۱۷۰)

اور مسلم شریف کی حدیث ذیل بھی اجتماعی ذکر کے بعد اجتماعی دعاء و استغفار کے بارے میں صریح ہے۔

و فی روایة مسلم قال ان للہ ملائکة سیارة فضلا یتغون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلسا فیہ ذکر قعدوا معهم وحف بعضهم بعضا باجنحہم حتی یعلأ واما بینہم و بین السماء

معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۳ والعلامة العثماني في اعلاء السنن اعتماد اعلى ابن الزبيدي وغيره ولكن الحديث مذکور في الموضوعين من مصنف ابن ابى شيبة الاوّل كتاب الصلوة باب من كان يستحب إذا سلم ان يقوم او ينحرف

الثاني كتاب الرد على ابى حنيفة ليس في احد الموضوعين زيادة رفع يديه ودعا وانما الحديث إلى قوله "فلما سلم انحرف" راجع المصنف لابن ابى شيبة ج ۱ ص ۳۰۲ من طبعة إدارة القرآن و ج ۱ ص ۳۰۲ من طبعة الدار السلفية بومباي و ج ۱ ص ۳۰۲ من طبعة حيدر آباد والهند و ج ۱ ص ۱۸۶ من طبعة إدارة القرآن و ج ۱ ص ۱۸۶ من طبعة الدار السلفية بومباي. وأخرج هذا الحديث الإمام ابوداؤد في سننه ج ۱ ص ۱۶۷ كتاب الصلوة ابواب الإمامة باب الإمام ينحرف بعد التسليم والترمذی في جامعه ج ۱ ص ۲۲۷ ابواب الصلوة باب ما جاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه والنسائي في السنن الكبرى ج ۱ ص ۳۹۶ باب الانحراف بعد التسليم و من طريقة ابن حزم في المحلى ج ۲ ص ۲۶۱ کلهم من طريق جابر بن يزيد بن الأسود عن ابیه يزيد بن الأسود العامري رضي الله عنه وليس في حديث أحد منهم زيادة ورفع يديه ودعا وبهذا ظهران الخطأ في نقل الحديث في موضعين الاوّل في قولهم: ان الحديث لأبى الاسود العامري والصواب انه ليزيد بن الاسود العامري والثاني في زيادتهم جملة رفع يديه ودعا والصواب حذفها والله عزوجل اعلم بالصواب انتهى.

البتة حضرت امام طبرائی نے اعجم الكبير میں اور علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد

الدنيا فإذا تفرقوا عرجوا و صعّدوا إلى السماء قال فَيَسْتَلْهُمُ اللهُ وهو أعلم من اين جنتهم فيقولون جنتنا من عند عبادك في الأرض يسبحونك ويكبرونك ويهللونك ويحمدونك ويسئلونك قال وماذا يسألوني قالوا يسئلونك جنتك قال وهل رأوا جنتي قالوا لا اي رب قال و كيف لورأوا جنتي قالوا يستجرونك قال ومما يستجرونني قالوا من نارك قال وهل رأوا نارني قالوا لا قال فكيف لو رأوا نارني قالوا يستغفرونك قال فيقول قد غفرت لهم فاعطيتهم ما سألوا واجرتهم مما استجاروا قال يقولون رب فيهم فلان عبد خطاء وانما مرفجلس معهم قال فيقول وله غفرت هم القوم لايشقى بهم جليسههم. (مشكوة ج ۱ ص ۱۹۷)

③ حدیث مذکورہ میں یہ حصہ فلما سلم انحرف و رفع يديه و دعا کے بارے میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے درجہ تخصص فی الفقہ کے فاضل مولوی عبدالملک سلمہ نے تحقیق کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں "رفع يديه و دعا" کے الفاظ ثابت نہیں ہیں؛ ذیل میں ان کی تحقیق نقل کرتا ہوں۔

عن الاسود العامري عن ابیه قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما سلم انحرف رفع يديه ودعا:

كذا ذكر هذا الحديث العلامة محمد بن الزبيدي في رسالته سنية رفع اليدين في الدعاء بعد الصلوات المكتوبة لمن شاء ص ۱۰۲۲ المطبوعة في آخر "المعجم الصغير" للطبراني معزيا لمصنف ابن ابى شيبة وتبعه في مسلك السادات الى سبيل الدعوات و تلخيصه المطبوع في اخر الجزء الاول من امداد الفتاوى و نقل الحديث كذلك العلامة البنوري في

مفتی عاشق الہی کا فتویٰ:

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی البرنی المدنی ایک سوال کے جواب میں متعدد احادیث بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”روایات مذکورہ سے دعا بعد الصلوٰۃ اور رفع یدین فی الدعاء و مسحها علی الوجه کا اور اجتماعی دعا کا ثبوت ہوتا ہے۔ البتہ اجتماعی دعا کو کبھی ترک کر دیں تا کہ مواظبت سے وجوب کا ابہام نہ ہو۔ اور اس امر کا التزام بھی واجب الترتیب ہے کہ امام و مقتدی سب مل کر دعا کریں۔ ابتداء بھی ساتھ ہو اور انتہا بھی ساتھ ہو۔ جتنی دیر چاہے امام دعا کرے اور جتنی دیر چاہے مقتدی دعا مانگے۔ جو مقتدی دعا چھوڑ کر اول میں یا درمیان میں چلا جائے۔ اس کو ننگو نہ بنایا جائے۔ اور نہ اس کی طرف گھورا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔“

مفتی زری ولی خان کا فتویٰ:

شیخ التفسیر، شیخ الحدیث علامہ زرولی ایک استفتاء کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

زمانہ قدیم سے اہل حق کے ہاں بعد المکتوبہ امام اور مقتدی مل کر دعا مانگنے کا معمول چلا آ رہا ہے۔ شریعت مقدسہ کے قواعد کے پیش نظر اس کی مشروعیت بلکہ مندوبیت اور استحسان معلوم ہو رہا ہے۔ اس عاجز و فقیر نے جن مشائخ اور اساتذہ سے علوم و دیدیہ میں کسب فیض کیا ہے۔ وہ سب کے سب اس دعا پر عمل پیرا چلے آئے ہیں۔

اپنوں کے نقش قدم پر ہو مرنا یا جینا
ویرحم اللہ عبداً قال آمینا

ہندوستان کے دور آخر میں علماء دیوبند جو اصل اہل سنت و الجماعت اور طائفہ منصورہ ہیں، کے دو سلسلے رواں دواں ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ قائم دائم رکھیں۔ گو وہ

(۱۶۹/۱۰) میں اور علامہ سیوطی نے اپنا رسالہ ”فض الدعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء“ میں (ص ۸۶) پر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل روایت ذکر فرمائی ہے۔

عن محمد بن یحییٰ الأسلمی قال: رأیت عبداللہ بن الزبیر و رأی رجلاً رافعاً یدیه، یدعو قبل ان یفرغ من صلاته، فلما فرغ منها قال:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلاته، رجالہ ثقات.

قال الہیثمی فی مجمع الزوائد (۱۲۹/۱۰) رواہ الطبرانی و ترجمہ له. فقال محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی عن عبداللہ بن الزبیر و رجالہ ثقات (فض دعا ص ۳)

حضرت محمد بن یحییٰ اسلمی فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھائے دعا کر رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے تھے اس وقت تک (دعا کے لئے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (لہذا تم بھی ایسا ہی کیا کرو)۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور فرض نماز کے بعد کی جانے والی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے۔ نیز مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس کلیہ میں بھی فرائض کے بعد کی دعا بھی شامل ہے اس لئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بلاشبہ درست ہے۔ واللہ اعلم۔ (ماہنامہ البلاغ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ)

ہیں کہ جمیع مستحبات اسی طرح ہوتی ہیں کہ ثبوت کبھی کبھی کا ہو اور امت سے ہمیشہ کرے گی۔ آگے حضرت شاہ صاحب نے تارک پر نکیر کرنے کو بدعت فرمایا ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۴۱۷)

بعض حضرات فرماتے ہیں کبھی ایک عمل انفرادی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس پر اجتماع بدعت ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورت کافرون کی تلاوت انفراداً عبادت ہے۔ مگر اجتماعاً پڑھنا بدعت ہے۔ اور عالمگیری کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ قراءۃ الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروہۃ لانہا بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعین۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۱۷)

عام طور پر مانعین دعاء اس قسم کے حوالاجات کو اہتمام سے پیش کرتے ہیں، سو عرض ہے کہ دعاء اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ ان عبارات کے متصل یہ موجود ہے۔

قوم یجتمعون و یقرؤن الفاتحة جہراً دعاء لا یمنعون عاداتاً۔

یعنی فاتحہ اگر کوئی پوری جماعت مل کر بطور دعا کے پڑھے تو یہ جائز ہے۔ منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ختم قرآن کے وقت اہل و عیال کو جمع کر کے دعاء مانگے۔

ویستجب له ان یجمع اہله و ولده عند الختم و یدعو الہم۔

(عالمگیری ج ۵ ص ۳۱۷)

اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دعاء ایک ایسا عمل ہے کہ نہ انفراداً منع ہے نہ اجتماعاً اور سورۃ کافرون پر اس کا قیام کرنا فقہاء کے مسلمات کے خلاف ہے۔ چنانچہ خود عالمگیری میں سورۃ اخلاص اجتماعاً پڑھنے کو جائز کہا ہے۔ ولا بأس باجتماعہم علی لراۃ الاخلاص جہراً عند ختم القرآن۔

عالمگیری اور فتاویٰ بزازیہ وغیرہ میں قوم کی تعلیم کے لئے امام کو اجتماعاً اور جہراً دعا کی اجازت دی ہے۔

دونوں حقیقتاً ایک ہیں۔ ایک حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا سلسلہ ہے جن کے بڑے فقیہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر مستقل تصنیف فرمائی ہے جو ”النفائس المرغوبہ فی الدعاء بعد المكتوبہ“ کے نام سے عام شائع ہے۔

اس طرح دوسرا سلسلہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ہے جنہوں نے امداد الفتاویٰ ج اول کے آخر میں ”استجاب الدعوات بعد المكتوبات“ کے نام سے ایک رسالہ شامل فتاویٰ فرمایا ہے۔ ہر دونوں تصنیفات کے ناموں سے ظاہر ہے کہ یہ فرائض کے بعد دعاؤں کے انفراداً و اجتماعاً قائل ہیں۔

فقہاء کرام کے ہاں انفرادی اور اجتماعی دعاء دونوں طرح جائز ہے۔ چنانچہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں کہ امام

یعتا و فی کل غداۃ مع جماعة قراءۃ آية الكرسي و آخر البقرة

وشهد الله ونحوه جہراً لا بأس به۔ (ج ۲ ص ۱۷۲)

یہی عبارات فتاویٰ عالمگیری میں جندی کے حوالے سے ہیں۔ (ہندیہ ج ۵ ص ۳۱۷) اسی طرح معارف السنن شرح ترمذی میں بھی دعاء اجتماعی کی مشروعیت کو تسلیم کیا ہے۔ (معارف السنن ج ۳ ص ۲۱۲)

اسی طرح شرح نووی کے حوالے سے حضرت بنوری نے امام مقتدی اور منفرد کی دعاؤں کو مستحب بلا خلاف لکھا ہے۔ (ج ۳ ص ۱۲۳)

بلکہ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ فرضوں کے بعد دعائیں متواتر ہیں۔ جس کا انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

واما رفع الایدی بعد النافلة مرة او مرتین۔ فالحق بها الفقہاء

المکتوبہ ایضاً

منکرین میں سے صرف حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نام دیتے ہیں۔

رہ گئی ان دعاؤں پر ہمیشگی اور مواظبت تو حضرت شاہ صاحب فرماتے

راہ کو صراط مستقیم سمجھتا ہوں اور ان کی راہ چھوڑنے کو اپنے لئے گمراہی تصور کرتا ہوں۔ اسی بنا پر حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاچپوری کی تحقیق کو برحق سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ان کی تحقیق علماء دیوبند کی تحقیق کے عین مطابق ہے جیسا کہ اعلاء السنن، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، استجاب الدعوات عقیب الصلوات حدیث اور الحمد یث، نماز مدلل، خیر الفتاویٰ، النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المكتوبہ، انوار الباری، نماز پیغمبر، احسن الفتاویٰ قدیم وغیرہ کتب میں تصریح موجود ہے کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب اور جائز ہے اور کسی صورت میں بھی بدعت نہیں ہے۔

چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

”چونکہ یہ افعال دعاء تسبیحات امام و مقتدی سب کے لئے بعد نماز مستحب ہیں۔ اگر سب ہی اس میں مشغول ہوں گے تو یہ ایک اقتران اتفاقی ہوگا نہ کہ اجتماع مستقل۔ اس لئے ان افعال کو فی نفسہا مستحب کہا جائے گا اور اجتماع کو نہ ضروری سمجھا جائے اور نہ بدعت غیر مشروع کہا جائے۔ اس لئے عامہ سلف سے اس اجتماع پر نکیر منقول نہیں۔“

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

علامہ سید انور شاہ کاشمیری لفظ کس المرغوبہ کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

نعم اصل سنة الدعاء يحصل	ہاں اصل سنت دعا بغیر ہاتھ اٹھانے
بغير رفع اليدين ولذا قل النقل	کے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس
في الرفع بعد الصلوة وانما	لئے رفع یدین بعد نماز کی کے ساتھ
الرفع كمال في السنة تحصل	منقول ہے۔ ہاں رفع یدین میں
سنة به وبغيره فلا سبيل الي	کمال سنت ضرور ہے۔ لہذا ہاتھ
تبديع من رفع ولا الي تجهيل	اٹھانے والے کو بدعتی کہنا اور نہ

اذا دعاء بدعاء الماثور جهراً و معه قوم ايضاً يتعلموا الدعاء

لابأس به. (فتاویٰ ہندیہ ج ۵ ص ۳۱۸)

دعا سیکھنے کے بعد قوم کے جہر کو منع کہا ہے۔ امام کے جہر اور اجتماع کو برقرار رکھا گیا ہے۔

بعض حضرات معارف السنن کی عبارات میں التباس اور اختلاط کے درپے ہیں۔ جو کہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت بنوریؒ خود عمر بھر فرائض کے بعد اجتماعی دعا پر عمل پیرا تھے جو ان کے قریب اور بعید تلامذہ وغیرہ برابر جانتے ہیں۔ والنعم ماقال الشاعر العربي

اذا لم تر الهلال فيسلم للناس لراوه بالابصار

نیز حضرت بنوریؒ اجتماعی دعا کا بعد السنن رد کرتے ہیں تو فرماتے ہیں۔ و فی الھند الجھوبہ الخ جس سے مراد مبتدعین کی دعاؤں کا رد ہے۔ اگر نفس اجتماعی دعاء کا رد کرنا ہوتا تو حضرت مولانا مرحوم کو خود صوبہ سرحد کا ہونے کی وجہ سے صوبہ سرحد اور افغانستان کا عمل پورا معلوم تھا۔ چونکہ یہاں دعائیں اہل حق مانگتے ہیں جو قواعد دین کے مطابق ہیں۔ اس لئے حضرت نے ان کا رد نہیں فرمایا۔

محمد زرولی خان عفاء اللہ عنہ

خادم جامعه عربیہ احسن العلوم

وخادم الحدیث والتفسیر الافتاء بھا

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ - ۱۳/۱۰/۲۰۰۰ء

مولانا نور احمد تونسوی کی رائے گرامی:

جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ کے مہتمم مولانا ابوالاحمد نور محمد قادری تونسوی، احقر کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

”سب سے پہلے اپنا موقف عرض کر دوں کہ میں اکابرین علماء دیوبند کی لکیر کا فقیر ہوں۔ بلکہ ان کی تحقیقات کا اندھا مقلد ہوں۔ کیونکہ ان کی

محدث وکل محدث بدعة ہے۔ جب کہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔

وأما القائلون بالجواز

فاستدلوا بخمسة أحاديث.

اور جو علماء فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو جائز کہتے ہیں۔ وہ حسب ذیل استدلال کرتے ہیں۔

① عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يده بعد

ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: اللهم خلص الوليد بن الوليد

و عياش بن أبي ربيعة وسلمة بن هشام و ضعفة المسلمين

الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلاً من أيدي الكفار.

② محمد بن يحيى الأسلمي قال: رأيت عبد الله بن الزبير ورأى

رجلاً رافعاً يديه قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال: إن

رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ

من صلاته، قال رجاله ثقات.

③ عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ما من عبد بسط

كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول اللهم إلهي وإله إبراهيم و

إسحاق و يعقوب وإله جبريل و ميكائيل وإسرافيل أسألك أن

تستجيب دعوتي فإني مضطر و تعصمني في ديني فإني مبتلى

وتنالني برحمتك فإن مذنب و تنفي عني الفقر فإني متمسكن

إلا كان حقا على الله عز وجل ان لا يرد يديه خائبين.

④ حديث الأسود العامري عن أبيه قال: صليت مع رسول الله

صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه و دعا

الحديث رواه ابن أبي شيبه في مصنفه.

⑤ حديث الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه

من ترك. (النفائس المرغوبه اٹھانے والے کو جاہل کہنا صحیح نہیں

ہے۔

ص ۳۴)

ابو احمد نور محمد قادری تونسوی

خطیب جامع مسجد ترنڈہ محمد پناہ۔ ضلع رحیم یار خان

۲۰۰۰/۶/۹ء

غیر مقلد علماء کا اعتراف حقیقت:

غیر مقلدین علماء جو اکثر مسائل میں اختلاف و انتشار کو ہوا دینے کے عادی

ہوتے ہیں۔ اور بعض مسائل میں اہل سنت والجماعت احناف کے ساتھ خدا واسطے کا ویر

رکھتے ہیں۔ لیکن فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں ان کے بعض علماء نے بڑی

جرات کے ساتھ احناف کے مسلک کی تائید کی ہے اور اس حقیقت کا اعتراف و اشکاف

الفاظ میں کیا ہے۔ یہاں چند علماء کرام کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔

علامہ عبدالرحمن مبارکپوری کی تائید:

اعلم أن علماء أهل الحديث اس زمانہ کے علماء اہل حدیث کے

قد اختلفوا في أن الإمام إذا درمیان اس بات میں اختلاف پایا جاتا

انصرف من الصلاة المكتوبة ہے کہ کیا امام کے لئے جائز ہے کہ فرض

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور

هل يجوز له أن يدعو رافعاً يديه مقتدی ہاتھ اٹھا کر آمین کہتے رہیں۔

ويؤمن من خلفه من المأمومين بعض علماء اس کے جواز کے قائل ہیں

رافعي أديهم فقال بعضهم اور بعض عدم جواز کے۔ جو علماء اسے

بالجواز، وقال بعضهم بعدم جائز نہیں سمجھتے، ان کا خیال ہے کہ ایسا

جوازه ظناً منهم أنه بدعة وقالو کرنا بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ

إن ذلك لم يثبت عن رسول سے صحیح سند کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا

الله صلى الله عليه وسلم کرنا ثابت نہیں ہے اور یہ ایک نئی چیز

بسند صحيح بل هو أمر

وسلم الصلاة مثنى مثنى، تشهد في كل ركعتين و تخشع و
تضرع و تمسكن ثم تقنع يديك، يقول ترفعهما إلى ربك
مستقبلا ببطونهما وجهك و تقول يا رب يا رب، ومن لم يفعل
ذلك فهو كذا وكذا.

واستدلوا أيضا بعموم أحاديث
رفع اليدين في الدعاء قالوا:
إن الدعاء بعد الصلاة
المكتوبة مستحب مرغب
فيه، وأنه قد ثبت عن رسول
الله صلى الله عليه وسلم
الدعاء بعد الصلاة المكتوبة
وأن رفع اليدين من آداب
الدعاء، وأنه قد ثبت عن
رسول الله صلى الله عليه
وسلم رفع اليدين في كثير من
الدعاء. وأنه لم يثبت المنع
عن رفع اليدين في الدعاء بعد
الصلاة المكتوبة، بل جاء في
ثبوته الأحاديث الضعاف، قالوا
فبعد ثبوت هذه الأمور وعدم
ثبوت المنع لا يكون رفع
اليدين في الدعاء بعد الصلاة
المكتوبة بدعة سيئة بل هو

ان لوگوں نے احادیث کے عموم سے
بھی استدلال کیا ہے۔ جو دعائیں ہاتھ
اٹھانے کے متعلق ہیں اور کہتے ہیں کہ
فرض نماز کے بعد دعا مستحب ہے اور
اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور رسول
اللہ ﷺ سے اکثر دعاؤں میں ہاتھ
اٹھانا ثابت ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ
سے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی ممانعت
ثابت نہیں ہے اور ہاتھ اٹھانے کے
متعلق ضعیف احادیث موجود ہیں۔ ان
دلائل کی بنا پر فرض نماز کے بعد دعا میں
ہاتھ اٹھانا بدعت سیئہ نہیں ہے۔ بلکہ جائز
ہے اور اس کے کرنے والے یہ کوئی
ملامت نہیں۔

جائز لا بأس علی من یفعلہ.

قلت: القول الراجع عندی أن رفع اليدين في الدعاء بعد
الصلاة جائز لو فعله أحد لا بأس عليه إن شاء الله تعالى والله
تعالى أعلم. (تحفة الاخوذی ج ۲ ص ۱۷۰، ۱۷۴)

نواب صدیق حسن خان کا قول فیصل:

برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین نواب آف بھوپال سید صدیق حسن
خان نزل الابرار میں فرماتے ہیں:
والحاصل ان رفع اليدين في
الدعاء اى دعاء كان و في اى
وقت كان بعد الصلوة او
غيرها ادب من احسن الادب
دلت عليه الاحاديث عموما و
خصوصا ولا يضر هذا الادب
عدم رواية الرفع في الدعاء
بعد الصلوة لانه كان معلوم
بجميعهم فلم يعتنوا بذكره في
هذا الحين وانكار الحافظ ابن
القيم رحمه الله تعالى رفع
اليدين في الدعاء بعد الصلوة
وهم منه قدس سره و قد حققنا
هذه المسئلة في مولفاننا
تحقيقا و اضحا لاسترة عليه.
(نزل الابرار ص ۳۰۱۔ بحوالہ دعائے

خلاصہ یہ ہے کہ دعا خواہ وہ کوئی بھی ہو
اور کسی وقت میں ہو نمازوں کے بعد ہو
یا ان کے علاوہ اس میں ہاتھ اٹھانا
بہترین ادب ہے۔ اس مسئلہ پر عام اور
خاص احادیث دلالت کرتی ہیں۔ اور
نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کی
روایت خاص طور پر الگ ذکر نہ ہونا،
اس ادب کے معدوم نہ ہونے کا ثبوت
نہیں۔ کیونکہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کا
مسئلہ تمام صحابہ کے ہاں معروف تھا۔
اس لئے انہوں نے خاص طور پر اس
کے ذکر کو تحصیل حاصل سمجھ کر چھوڑ دیا۔
اور امام ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا
انکار ان کا وہم ہے اور ہم نے اپنی
تصانیف میں اس مسئلہ کی تحقیق وضاحت
سے کی ہے۔ اور کہیں جھول نہیں رہے

اجتماعی ص ۳۲۳۱) دیا۔

مولانا محمد نذیر حسین صاحب کا فتویٰ:

سوال: نماز فرض کے بعد دعا کے لئے رفع الیدین ہے یا نہیں۔

الجواب: رفع الیدین بعد نماز فریضہ بعض احادیث ضعیفہ سے ثابت ہے (حاشیہ میں لکھا ہے کہ صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے جو اگلے صفحہ میں بیان ہوئی ہیں)۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مامن عبد بسط کفیه دبر کل صلوة یقول اللهم الهی والہ ابراہیم و اسحق و یعقوب والہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر تعصمی فی دینی فانی مبتلی و تنالی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیه خائبین الحدیث.

(رواہ ابن السنی فی کتابہ عمل الیوم واللیلۃ)

وعن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف و رفع یدیه ودعاء الحدیث. (رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ حررہ عبدالرحیم عفی عنہ (سید محمد نذیر حسین) فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۶۵)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

صاحب فہم پر مخفی نہ رہے کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔ اور زید خطی ہے۔

① عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال مامن عبد بسط

کفیه فی دبر کل صلوة الخ رواہ ابن السنی.

② عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ

علیہ وسلم الفجر فلما انصرف و رفع یدیه ودعاء.

③ حافظ جلال الدین سیوطی نے کتاب فض الدعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں روایت کیا ہے محمد بن یحییٰ اسلمی سے کہ رسول اللہ ﷺ نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ کو دعا میں مگر جب فارغ ہوتے نماز سے اور کہا کہ اس حدیث کے راوی جتنے ہیں سب ثقہ ہیں۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۶۵)

موصوف اکابرین علماء دیوبند کے ایک فتویٰ کو اپنی تائید و تصویب کے ساتھ اپنی کتاب میں شائع کرتے ہیں:

مسئلہ: چہ می فرمایند علمائے دین کہ رفع یدین در دعائے کہ بعد ادائے نماز کردہ می شود۔ چنانچہ معمول ائمہ دیار است از احادیث قولیہ یا فعلیہ ثابت است یا نہ۔ ہر چند کہ فقہاء این را مستحسن می نویسند۔ و احادیث در مطلق رفع یدین در دعائے وارد اند۔ لیکن دریں خصوص ہم حدیث وارد است یا نہ۔

ترجمہ:- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ جیسا کہ اس علاقہ کے علماء کا دستور ہے۔ کسی حدیث قولی یا فعلی سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگرچہ فقہاء اس کو مستحسن کہتے ہیں۔ اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق بھی احادیث میں آیا ہے۔ لیکن خصوصاً اس دعا کے متعلق بھی کوئی حدیث ہے یا نہیں۔ (ترجمہ اصل کتاب سے نقل کیا گیا ہے)

ہوالمصوب: دریں خصوص نیز حدیث وارد است۔ چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ نویسند (مذکورہ پوری حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

اگر گفتہ شود کہ در سند این روایت عبدالعزیز بن عبدالرحمن است و آن

متکلم فیہ است۔ چنانچہ در میزان الاعتدال وغیرہ مصرح است گفتہ

خواہد شد کہ حدیث ضعیف برائے اثبات استحباب کافی است۔ چنانچہ

ابن ہمام در فتح القدر در کتاب الجنائز می نویسند۔ والاستحباب یثبت

الحديث. (فتاویٰ علما حدیث ج ۳ ص ۲۱۴)

اس حدیث سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قولاً وفعلاً آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوا۔ واللہ اعلم۔

حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ سید نذیر حسین

فتاویٰ نذیر یہ ج ۳ ص ۵۶۵

فتاویٰ ثنائیہ میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام فرض (نمازوں) کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل دونوں سے ثابت ہے اور دوام کی تلاش لغو ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۰۵ بحوالہ تحفۃ المطلبہ ص ۷۶)



بالضعیف غیر الموضوع واللہ اعلم۔ (حررہ۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی)
الجواب صحیح: ویؤیدہ مارواہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی المصنف.

عن الاسود العامری عن ابیہ
قال صلیت مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الفجر
فلما انحرف رفع یدیه
ودعا. الحدیث. فثبت بعد
الصلوة المفروضة رفع
الیدین فی الدعاء عن سید
الانبیاء واسوة الاتقیاء صلی
اللہ علیہ وسلم کما
لا یحفی علی العلماء
الاذکیاء. (حررہ السید شریف
حسین عفی عنہ فی الدارین)

اس مخصوص دعا کے بارے میں بھی
حدیث ہے۔ حضرت انس نبی علیہ
السلام سے بیان کرتے ہیں الخ اسود
عامری اپنے باپ سے روایت کرتے
ہیں میں نے صحیح کی نماز رسول اللہ ﷺ
کے ساتھ پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا۔
اور رخ ہماری طرف کیا۔ اپنے ہاتھ
اٹھائے اور دعا مانگی تو معلوم ہوا کہ فرض
نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا
آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ واللہ
اعلم۔ (فتاویٰ نذیر یہ ج ۳ ص ۵۶۹)

مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی کا فتویٰ:

سوال: بعد نماز سنت و فرض ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: نماز فرض و سنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں۔ اس کے جواز پر قول و فعل اور اثری بہت سی دلیل ہیں، جن کو بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ما من عبد بسط
کفیه الخ. رواہ الحافظ ابوبکر بن السنی.

عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیه ودعا